گلِ کاغذ کو کس خوبی سے گلشن میں سجایا ہے
اِس صیاد نے بلبل کو بھی اُلو بنایا ہے

سر سید احمد خان کا اصلی روپ

مناظرِ اہلسنت علامہ مولانا
مفتی راشد محمود رضوی مدظلہ العالی

مکتبہ نور بصیرت کراچی

سر سیّد احمد خان کا

اصلی روپ

تالیف

علامہ مولانا مفتی محمد راشد محمود قادری رضوی

ناشر

مکتبہ نورِ بصیرت

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

نام کتاب --------- سر سیّد احمد خان کا اصلی روپ

تالیف --------- مولانا مفتی محمد راشد محمود قادری رضوی

صفحات --------- ۱۲۸

تاریخ اشاعت --------- فروری ۲۰۱۳ء / ربیع الاخر ۱۴۳۴ھ

تعداد --------- گیارہ صد

ناشر --------- مکتبہ نورِ بصیرت، لاہور

قیمت --------- 150/- روپے

ملنے کے پتے

۱- دارالنور، دربار مارکیٹ
۲- فضل حق پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ
۳- کرمانوالہ بک شاپ، دربار مارکیٹ
۴- مکتبہ قادریہ، دربار مارکیٹ
۵- مسلم کتابوی، دربار مارکیٹ
۶- نعیمیہ بک سٹال، اُردو بازار
۷- مکتبہ غوثیہ ہول سیل، کراچی
۸- مکتبہ برکات المدینہ، کراچی

فہرست

وجۂ تالیف

سرسیّد احمد خان علی گڑھ ضروریاتِ دین کا منکر تھا۔ اس نے جنت، دوزخ، وجودِ ملائکہ، وجودِ جناب، معجزات انبیاء اور قرآن کریم کے وحی الٰہی ہونے کا انکار کیا۔ انگریز بہادر سے وظیفے اور تنخواہیں وصول کیں اور قوم کو علومِ دینیہ، عربی و فارسی سے ہٹا کر انگریزی نظامِ تعلیم کی طرف موڑا۔ (تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ اگلے صفحات میں)

لیکن افسوس کہ آج مسلمانوں کے بچوں کو سکول و کالج و یونیورسٹی میں سرسیّد احمد خان کا اصلی روپ دکھانے کی بجائے سرسیّد احمد کو ان کے سامنے قوم کا ہیرو اور محسن بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

بندۂ ناچیز نے یہ چند اوراق اس لیے تحریر کیے ہیں تاکہ قوم کے بچوں کو بتایا جائے کہ جس کو اسلام کا ہیرو اور قوم کا محسن و وفادار بنا کر پیش کیا جاتا ہے اس کا اصل چہرہ یہ ہے کہ وہ وفادار نہیں بلکہ غدار تھا۔

(۲) اس کتاب کو لکھنے کی دوسری وجہ ایک واقعہ بھی ہے کہ کچھ عرصہ قبل لاہور کے ایک دارالعلوم میں ایک تقریری مقابلہ ہوا جس میں ملک کے مختلف جامعات اور پنجاب یونیورسٹی کے کچھ اسٹوڈنٹس نے بھی شرکت کی۔ اسی تقریری مقابلہ کی غالباً آخری تقریر میں پنجاب یونیورسٹی کے ایک سٹوڈنٹ نے کچھ اس طرح کہا کہ:

"دیکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے بدوؤں کو علم دیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان لیا جبکہ سرسیّد احمد خان نے ہندوستانی مسلمانوں کو علم دیا تو مولویوں نے سرسیّد احمد خان کو کافر کہہ دیا۔

اس لڑکے کی تقریر کے بعد منصفین میں سے ایک صاحب نے جو کہ ایک معروف

دینی درس گاہ کے سینئر مدرس تھے کہا

ہمارے علماء نے سر سیّد احمد خان کو کافر نہیں کہا۔ یہ جملہ سنتے ہی میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب سر سیّد احمد خان کے بارے میں معروف علماء کی معلومات کا یہ عالم ہے تو عوام بیچاروں کو کیا پتہ ہوگا لہٰذا بندۂ ناچیز نے اس موضوع پر لکھنے کا عزم مصمم کرلیا۔

(۳) تیسری وجہ یہ کہ علماء اہل سنت و جماعت خصوصاً شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ مولانا امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی پر مخالفین اہلسنت ہمیشہ سے یہی الزام لگاتے آئے ہیں کہ معاذ اللہ تعالیٰ۔ وہ مسلمان کو کافر کہہ دیتے تھے۔

ان مخالفین اہلسنت و جماعت میں سے سرِفہرست مشہور متعصب دیوبندی مناظر الیاس گھمن ہے جس نے اپنی ایک کتاب فرقہ بریلویت پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ میں فرقہ بریلویہ اور تکفیر المسلمین کا عنوان قائم کر کے صفحہ ۵۰۲ پر یہ رونا رویا ہے کہ دیکھو جی ہمارے سر سیّد احمد خان کو بھی کافر کہہ دیا۔ تکفیر المسلمین کے عنوان ہی سے پتہ چلتا ہے۔ اس باب میں ان لوگوں کی تکفیر کا ذکر ہوگا جو دیوبندی مولوی الیاس گھمن صاحب کے نزدیک تو مسلمان ہیں لیکن اہلسنت و جماعت کے علماء نے انہیں کافر کہا ہے۔

ان شاءاللہ تعالیٰ بندہ اس کتاب میں دلائل کی روشنی میں ثابت کرے گا کہ سر سیّد احمد خان علی گڑھی وہ آدمی ہے جس کو خود علماء دیوبند نے بھی کافر کہا ہے۔ اگر دیوبندی مناظر الیاس گھمن سر سیّد احمد خان کو کافر سمجھتا ہے پھر تکفیر المسلمین کے باب میں اس کا ذکر کرنا دجل نہیں تو اور کیا ہے اگر اسے مسلمان ہی سمجھتا ہے تو پھر میدان میں آئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگا اور پتہ چلے گا کہ سر سیّد احمد خان نے کیا کہا؟

قارئین اس کتاب کو لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ علماء اہل سنت نے سر سیّد احمد خان کی تکفیر کیوں کی؟

راشد محمود رضوی غفرلہ

مقدمہ

ضروریات دین وہ ہیں جن کا ثبوت قرآن کریم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدالالت واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے، جن میں نہ شبہ کی گنجائش نہ تاویل کو راہ اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

وہ آدمی جو ضروریات دین یعنی ذات وصفات باری تعالیٰ ونبوت ورسالت انبیاءِ مرسلین وکتب سماوی وملائکہ وجن بعث ونشر قیامِ قیامت، جنت دوزخ، سوال منکر ونکیر، حساب وکتاب ووزن اعمال کا انکار کرے یا اس میں من مانی تاویل کرے ایسے آدمی کے بارے میں فقہاء اسلام فرماتے ہیں: وہ کافر ہے اور

من شكّ فی كفره وعذابه فقد كفر

جو بندہ ایسے کافر کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(الدر المختار کتاب الجہاد باب المرتد ۱/۳۵۶، الفتاویٰ الجزاریہ ۶/۳۲۲)

اس کے علاوہ فتاویٰ خیریہ ومجمع الانہر وشفاء السقام وبحر الرائق، الاعلام بقواطع الاسلام وغیرہ کتب معتمدہ میں تصریح موجود ہے۔

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

وكذالك من انكر الجنة اوالنار اوالبعث اوالحساب او القيامة فهو كافر باجماع النص عليه و اجماع الامة على صحة نقله متواترا وكذالك من اعترف بذالك ولكنه قال ان المراد بالجنة والنار والحشر والنشر والثواب والعقاب

معنی غیر ظاهره۔

اسی طرح جو شخص بہشت یا دوزخ یا مردوں کے اپنے اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہوکر اٹھنے یا حساب یا قیامت کا انکار کرے تو وہ اجماعاً کافر ہے، کیونکہ ان امور پر قرآن پاک و احادیث شریفہ میں کھلے ہوئے روشن ارشادات موجود ہیں اور تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ امور صحیح طور پر تواتر کے ساتھ منقول ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں اور اسی طرح وہ شخص بھی قطعاً و اجماعاً کافر ہے جو ان لفظوں کا تو اقرار کرے لیکن یہ کہے کہ جنت و دوزخ وحشر ونشر وثواب وعذاب سے ایسے معنیٰ مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے ہیں اور حقیقت میں تو روحانی لذتیں اور باطنی معنی ہیں۔

قارئین! ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایمان واسلام کا یہی تقاضا ہے کہ دین اسلام کے احکامات میں سے جو بات ہماری سمجھ میں آجائے فبھا۔

اور جو بات ہماری ناقص فہم سے ماوراء ہو اس میں خواہ مخواہ اپنی ناقص عقل کے گھوڑے دوڑانے سے بچیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی ذات کے سپرد کردیں۔

اور کہہ دیں اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا (آل عمران آیت ۷)

سب کچھ ہمارے ربّ کی طرف سے ہے سب پر ہمارا ایمان ہے۔

اور کہہ دیں سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (یعنی ہم نے سن لیا اور اطاعت کی۔)

اور یہی تصور کریں سُنار کے چھوٹے سے ترازو پر اگر آلو اور گندم یا چاول کی بوریاں نہیں تولی جاسکتیں تو ہماری ناقص عقل کے اس چھوٹے سے ترازو پر احکام خداوندی کو بھی نہیں تولا جاسکتا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”کسے کہ خواہد کہ جمیع احکام شرعیہ را معقول خود سازد و بادلہ عقلیہ برابر نماید

آں شخص منکر طورِ نبوت ست علیہ ما یستحق“

یعنی جو شخص یہ چاہتا ہے کہ تمام احکام شرعیہ کو اپنی عقل سے سمجھ لے اور عقلی دلیلوں سے ان کو ثابت کرے وہ شانِ نبوت کا منکر ہے اور اس پر وہ عذاب نازل ہوگا جس کا وہ مستحق ہے۔

ناظرین اوراق!

کیونکہ تمام احکامات شرعیہ کو اپنی عقل سے سمجھنا عام انسانی عقل کے بس کی بات نہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے خارج اور ظاہر کے ادراک کے لیے حواس کو پیدا کیا اور معانی اور بواطن کے ادراک کے لئے عقل کو پیدا کیا۔ اسی طرح غیب کے ادراک کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبوت کو پیدا کیا جس طرح صورت کا بغیر حواس کے اور معنیٰ کا بغیر عقل کے انسان کی سمجھ میں آنا محال ہے، اسی طرح غیب کی باتوں کا ادراک بغیر نبوت کے ناممکن ہے۔

اللہ کریم نے آنکھ کو دیکھنے کے لئے پیدا فرمایا ہے، لیکن یہ آنکھ اس وقت تک نہیں دیکھ سکتی جب تک کہ خارجی نور اس کا معاون نہ ہو۔ اسی طرح عقل کو اللہ تعالیٰ نے معرفت کے لئے پیدا کیا ہے لیکن عقل اس وقت تک احکامِ ہدایت خداوندی کی معرفت نہیں پاسکتی جب تک آفتاب نبوت اس کا معاون نہ ہو۔

احکاماتِ شرعیہ کو سمجھنے کے لئے صرف حواس اور عقل پر بھروسہ کرنا، انتہائی بیوقوفی اور نادانی کی بات ہے، کیونکہ حواس جو مشاہدہ کرتے ہیں ان میں کئی مرتبہ غلطی کر جاتے ہیں۔ مثلاً تجربہ سے ثابت ہے کہ ہم ریل میں بیٹھے ہوئے جب کہیں جاتے ہیں اور ریل اپنی پوری رفتار سے چل رہی ہوتی ہے تو ادھر اُدھر کے درخت (جو زمین پر کھڑے ہوتے ہیں) بڑی تیزی سے چلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

بہر حال حواس غلطیاں کرتے ہیں اور عقل ان کی رہنمائی کرتی ہے لیکن بعض

اوقات عقل بھی مغالطہ کھاجاتی ہے۔

لہٰذا اللہ کریم نے اس عقل کی اصلاح کے لئے نبوت کو پیدا کیا جو کما حقہ احکاماتِ خداوندی کا ادراک رکھتی ہے۔

اس مقام پر کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آئے کہ احکامات خداوندی عقل کے خلاف ہیں نہیں نہیں بلکہ احکاماتِ خداوندی تک عقل کی رسائی اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک نبوت اس کی معاون نہ ہو۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''حساب و میزان و صراط حق ست کہ مخبر صادق علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام ازاں خبر دادہ۔ استبعادِ بعضے از جاہلاں طورِ نبوت از وجودِ ایں امور از حیز اعتبار ساقط ست چہ طورِ نبوت ورائے طورِ عقل ست آنجا معاملہ بر تقلید ست نداند کہ طورِ نبوت مخالفِ طور عقل ست بلکہ طور عقل بے تائید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بآں مطالب عالی نتواند مہتد شد مخالفت دیگر ست و نارسیدن دیگر چہ مخالفت بعد از رسیدن متصور بود و بہشت و دوزخ موجود اند بعد از محاسبہ روزِ قیامت گروہے را بہ بہشت خواہند فرستاد و گروہے را بدوزخ وثواب و عذاب ایشاں ابدی ست کہ انقطاع ندارد کما دلت علیہ النصوص القطعیہ۔ (مکتوبات جلد اوّل ص ۳۲۳)

یعنی حساب ومیزان وصراط حق ہیں کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خبر دی ہے اور بعض ایسے لوگوں کا جو شانِ نبوت سے جاہل ہیں ان چیزوں کے وجود سے تعجب کرنا پایا اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ مرتبہ عقل سے درجہ نبوت بلند و بالا ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی سچی خبروں کو عقل کی نظر کے ساتھ موافق کرنا درحقیقت شانِ نبوت کا انکار ہے۔ وہاں تو سارا مدار سن کر مان لینے ہی پر ہے یہ نہ سمجھیں کہ شعبہ نبوت درجۂ عقل کے مخالف

ہے بلکہ قوت عقل بغیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی تائید کے ان بلند مطالب تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ مخالفت اور چیز ہے اور پہنچ نہ سکنا اور بات ہے کیونکہ مخالفت تو ان مقاصد تک پہنچ لینے کے بعد ہی تصور میں آسکتی ہے اور بہشت و دوزخ دونوں موجود ہیں قیامت کے دن حساب ہو جانے کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں بھیجیں گے اور ایک گروہ کو دوزخ میں اور ان کا ثواب وعذاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے کہ ہرگز کبھی ختم نہ ہوگا' جیسا کہ تائید فرمانے والے قطعی نصوص نے یہی بتایا ہے۔

ناظرینِ اوراق!

سر سیّد احمد خان نے چونکہ عقائد ونظریات اسلام کو اپنی الٹی عقل اور رائے کے ذریعے بیان کیا ہے اس لئے مذکورہ باتوں کا مقدمہ میں بیان کرنا ضروری تھا جو بقدر ضرورت بیان کردی گئیں۔

باقی سر سیّد احمد خان کے کفریہ عقائد اور ان کی دلائل کے ساتھ تردید اور سر سیّد احمد خان پر فتاویٰ جات آپ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

راشد محمود رضوی

عفا عنہ ربہ القوی

سرسیّد احمد خان کا تعارف

تعلیم

اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قرآن پاک پڑھنے کے بعد مولوی حمید الدین سے حاصل کی جس میں کریما، خالق باری اور آمد نامہ وغیرہ رسائل پڑھے۔

الطاف حسین حالی نے اپنی کتاب حیاتِ جاوید جو کہ سرسیّد کی حالات زندگی پر لکھی گئی، مستند کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ

سرسیّد نے شرح ملا، شرح تہذیب، میبذی، مختصر المعانی اور مطول ماناقلت تک پڑھی مگر طالبعلموں کی طرح نہیں بلکہ نہایت بے پروائی اور کم توجہی کے ساتھ۔ (حیاتِ جاوید، ص ۶۲)

ص ۹۹ پر لکھا ہے کہ انہوں نے قدیم یا جدید کسی طریقے میں پوری تعلیم نہیں پائی۔

ص ۱۴۵ پر ہے کہ نہ وہ واعظ تھا نہ فقیہہ تھا نہ محدث نہ معانی و بیان کا ماہر تھا نہ منطق و فلسفہ کا۔

بچپن کی عادات

سرسیّد اپنے کھیل کود کے زمانے میں بہت مستعد اور چالاک اور کسی قدر شوخ بھی تھے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اکثر شوخی کیا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک بار میں نے اپنے ایک رشتہ دار بھائی کو جو استنجا کر رہا تھا چپکے سے اس کے پیچھے جا کر چت کر دیا۔ اس کے سارے کپڑے خراب ہوگئے۔ وہ پتھر لے کر مجھے مارنے کو دوڑا اور کئی پتھر پھینکے مگر میں بچ گیا۔ آخر سب بھائیوں نے بیچ بچا کر کے صلح کرا دی۔ اسی طرح ایک بار میں

شطرنج کھیلنے میں اپنے ایک رشتہ دار بھائی سے لڑ پڑا۔ میرے مکے سے اس کے ہاتھ کی انگلی اتر گئی اور کئی دن بعد اچھی ہوئی۔ ہمیشہ یوں ہی لڑائی مار کٹائی ہوتی تھی مگر آخر کو سب ایک ہو جاتے تھے۔ (حیاتِ جاوید، ص ۵۸)

ابتداء میں وہ اکثر گیند بلا، گیڑیاں، آنکھ مچولی، چیل چلو وغیرہ کھیلتے تھے۔ (ص ۳۱)

عنفوان شباب

سرسیّد جس طرح بچپن میں شرارتوں کا عادی اور نہایت قبیح حرکتوں اور عادات کا مالک تھا اسی طرح جوانی میں بھی وہ عیاشی میں مست رہا۔ اس کا سوانح نگار حالی پانی پتی لکھتا ہے۔

سرسیّد کا عنفوان شباب نہایت زندہ دل اور رنگین صحبتوں میں گزرا تھا۔ وہ راگ رنگ کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ باغوں کی سیر کو دوستوں کے ساتھ جاتے تھے اور وہ راگ رنگ اور دعوتوں کے جلسوں میں شامل ہوتے تھے۔ ہولی کے جلسوں اور تماشوں میں جاتے تھے۔ بسنت کے میلے جو موسم بہار کے آغاز میں درگاہوں پر ہوتے تھے وہاں جاتے تھے۔ ان کے نانا کی قبر پر جو بسنت کا میلا ہوتا تھا وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ منتظم و مہتمم ہوتے تھے۔ (حیاتِ جاوید، ص ۶۳-۶۲)

حالی لکھتا ہے: سرسیّد کا مذکورہ بالا مجلسوں اور صحبتوں میں شریک ہونا رنگ لائے بغیر نہ رہا اور وہ اس متعدی مرض کے اثر سے اپنے تائیں نہ بچا سکے۔ (حیاتِ جاوید، ص ۶۲)

سرسیّد اور اس کی شرارتیں

سرسیّد اپنے کھیل کود کے زمانے میں بہت مستعد اور چالاک اور کسی قدر شوخ بھی تھے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اکثر شوخی کیا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک بار میں نے ایک رشتے دار بھائی کو جو استنجا کر رہا تھا چپکے چپکے اس کے پیچھے جا کر چت کر دیا۔ اس کے سارے کپڑے خراب ہوگئے۔ وہ پتھر لے کر مجھے مارنے کو دوڑا اور کئی پتھر پھینکے مگر میں

بچ گیا۔ آخر سب بھائیوں نے بیچ بچاؤ کر کے صلح کرادی۔ اسی طرح ایک بار میں شطرنج کھیلنے میں اپنے ایک رشتے دار بھائی سے لڑ پڑا۔ میرے مکے سے اس کے ہاتھ کی انگلی اتر گئی اور کئی دن بعد اچھی ہوئی۔ (حیاتِ جاوید' ص ۵۸)

سر سیّد' ناچ مجرے اور کبوتر بازی

اول اول تو جب کبھی سر سیّد کے سامنے ان کی لائف لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا جاتا تھا تو وہ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ میری لائف میں سوا اس کے کہ لڑکپن میں خوب کبڈیاں کھیلیں' کنکوے اڑائے' کبوتر پالے' ناچ مجرے دیکھے اور بڑے ہو کر نیچری کافر اور بے دین کہلوائے اور رکھا ہی کیا ہے۔ (حیاتِ جاوید' ص ۳۷)

حالی پانی پتی لکھتا ہے:

اس زمانے میں خواجہ محمد اشرف ایک بزرگ دلی میں تھے۔ ان کے گھر پر بسنت کا جلسہ ہوتا تھا۔ شہر کے خواص وہاں مدعو ہوتے تھے۔ نامی نامی طوائفیں زرد لباس پہن کر وہاں آتی تھیں۔ مکان میں بھی زرد فرش ہوتا تھا۔ دلان کے سامنے ایک چبوترا تھا جس میں حوض تھا۔ اس حوض میں زرد پانی ہی کے فوارے چھوٹتے تھے۔ صحن میں جو چمن تھا' اس میں زرد پھول کھلے ہوئے ہوتے تھے اور طوائف باری باری بیٹھ کر گاتی تھیں۔ سر سیّد کہتے تھے کہ میں ہمیشہ وہاں جاتا تھا اور اس جلسے میں شریک ہوتا تھا۔

(حیاتِ جاوید' ص ۶۳)

سر سیّد جیسے بڑھاپے میں بذلہ سنج تھے' جوانی میں اس سے بھی زیادہ ظرافت اور حاضر جوابی ان کی طبیعت میں تھی۔ دلی میں ایک مشہور طوائف شیریں جان نامی نہایت حسین تھی مگر سنا ہے کہ اس کی ماں بھدی اور سانولے رنگ کی تھی۔ ایک مجلس میں وہ اپنی ماں کے ساتھ مجرے کے لئے آئی تھی۔ سر سیّد بھی موجود تھے اور وہیں ان کے ایک قندھاری دوست بھی بیٹھے تھے۔ وہ اس کی ماں کو دیکھ کر بولے:

مادرش بسیار تلخ است

سر سیّد نے یہ مصرعہ پڑھا:

اگرچہ تلخ است ولیکن بر شریں دارد (حیاتِ جاوید' ص ۶۴)

قارئین کرام! یہ ہے سر سیّد احمد خان علی گڑھی کی تعلیمی اور علمی حالت

سر سیّد کے خاندان و مذہبی حالات

سر سیّد کا بیان ہے کہ

میرے ننھیال والے اگرچہ عام توہمات میں مبتلا نہ تھے مگر شاہ عبدالعزیز کے ہاں جو کچھ ہوتا تھا اس پر سب اعتقاد رکھتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز اور ان کے ہاں کے اور بزرگ بچوں کو ایک گنڈا دیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ایک تعویذ ہوتا تھا۔ جس میں ایک ہندسہ یا حرف سفید مرغ کے خون سے لکھا جاتا تھا اور جس بچے کو دیا جاتا اس کو بارہ برس کی عمر تک انڈا یا مرغی کھانے کی ممانعت ہوتی تھی۔ سید حامد اور سید محمود کو بھی ان کی ننھیال والوں نے وہ گنڈے پہنائے تھے۔ (حیاتِ جاوید' ص ۵۲)

سر سیّد کہتے تھے کہ اس زمانے میں جبکہ میرے مذہبی خیالات' اپنی ذاتی تحقیق پر مبنی ہیں' اب بھی میں اپنی والدہ کے عقائد میں کوئی ایسا عقیدہ جس پر شرک یا بدعت کا اطلاق ہو سکے نہیں پاتا۔ البتہ وہ یہ سمجھتی تھیں کہ قرآن پڑھ کر بخشنے کا یا فاتحہ دلا کر کھانا تقسیم کرنے کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے مگر میں ان دونوں باتوں کا قائل نہیں ہوں۔ (حیاتِ جاوید' ص ۵۲)

سر سیّد کہتے تھے کہ میری تمام ننھیال کو شاہ عبدالعزیز اور ان کے خاندان سے عقیدت تھی مگر میری والدہ کو شاہ غلام علی صاحب سے بیعت اور عقیدت تھی۔

(حیاتِ جاوید' ص ۵۱)

قارئین کرام: یہ تھے چند وہ نظریات جو سر سیّد احمد خان کی نئی تحقیق اور نئے عقیدے نکالنے سے پہلے ان کے خاندان میں موجود تھے۔

پھر سر سیّد احمد خان نے اپنے خاندان کے عقائد و نظریات کو چھوڑ کر وہابی مذہب اختیار کیا اور وہابی مذہب اختیار کر کے جو گل کھلائے' ملاحظہ فرمائیں۔

حالی پانی پتی لکھتا ہے:

لیکن ہم کو اس کتاب میں اس شخص کا حال لکھنا ہے جس نے چالیس برس برابر تعصب اور جہالت کا مقابلہ کیا ہے۔ تقلید کی جڑ کاٹی ہے۔ بڑے بڑے علماء اور مفسرین کو لتاڑا ہے۔ اماموں اور مجتہدوں سے اختلاف کیا ہے۔ قوم کے پکے پھوڑوں کو چھیڑا ہے اور ان کو کڑوی دوائیں پلائی ہیں جس کو مذہب کے لحاظ سے ایک گروہ نے صدیق کہا ہے تو دوسرے نے زندیق (بے دین) کا خطاب دیا ہے۔ (حیات جاوید، ۳۶)

قارئین! چونکہ وہابی برٹش گورنمنٹ کے وفادار اور معتمد علیہ تھے اسی لئے سرسیّد احمد خان نے بھی برٹش گورنمنٹ کی وفاداری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ چھوڑی۔ سرسیّد احمد خان اپنے آپ کو فخریہ طور پر وہابی کہتا اور انگریزوں کا وفادار ہونا ثابت کرتا تھا۔ سرسیّد وہابی اور انگریز کا وفادار تھا۔ جیسا کہ الطاف حسین حالی نے لکھا۔ سرسیّد کہتا تھا:

وہابی وہ ہے جو خالصاً خدا کی عبادت کرتا ہو، موحد ہو اور اس کا اسلام ہوائے نفسانی اور بدعت کی آمیزش سے پاک ہو۔ اس کو یہ کہنا کہ وہ ہمیشہ درپردہ تخریب سلطنت کی فکر میں اور چپکے چپکے منصوبے باندھا کرتا ہے اور غدر اور بغاوت کی تحریک کرتا ہے، محض تہمت ہے اور ہم اس وقت بہت سے ایسے آدمی نشان دے سکتے ہیں جو سرکار (انگریز) کے ایسے ملازم ہیں کہ ان سے زیادہ سرکار (انگریز) کا خیرخواہ اور معتمد کوئی نہیں۔ وہ اپنے تائیں علی الاعلان اور بے تامل فخریہ طور پر وہابی کہتے ہیں اور سرکار نے بے سوچے سمجھے ان کو معتمد علیہ نہیں گردانا بلکہ غدر کے زمانے میں جبکہ فتنہ کی آگ ہر طرف مشتعل تھی، ان کی وفاداری کا سونا خوب اچھی طرح سے تایا گیا اور وہ خیرخواہی سرکار میں ثابت قدم رہے۔ اگر وہ جہاد کا وعظ کہتے ہوتے اور بغاوت وہابیت کی اصل ہوتی تو جو کچھ ان سے ظہور میں آیا یہ کیونکر ظہور میں آتا۔ (حیاتِ جاوید، ص ۱۷۶-۱۷۷)

حالی لکھتا ہے:

سنا ہے جن دنوں بنگال میں وہابیوں کی تحقیقات اور تلاش ہو رہی تھی۔ ایک یورپی

معزز افسر سے جو اسی کام پر معمور تھا ریل میں سرسیّد سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ دونوں آگرہ جاتے تھے اور سرسیّد کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ افسر وہابیوں کی تلاش پر معمور ہے۔ اس افسر نے ان سے پوچھا کہ آپ کا کیسا مذہب ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہابی مسلمان ہوں۔ پھر اس نے اس کا پتہ دریافت کیا۔ انہوں نے صحیح صحیح بیان کر دیا۔ جب ریل آگرہ پہنچی دونوں اتر کر اپنے اپنے ٹھکانے چلے گئے پھر سرسیّد بٹن صاحب کمشنر آگرہ سے ملنے کو گئے۔ اتفاق سے وہ افسر انہی کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا اور ان سے ذکر کر چکا تھا کہ اس حلیے اور اس نام کا ایک وہابی مسلمان فلاں جگہ ٹھہرا ہوا ہے۔ اب صاحب کمشنر نے افسر مذکور کو بلا کر کہا کہ لو یہ تمہاری آسامی حاضر ہے۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ شخص باوجود وہابی ہونے کے بڑا خیرخواہ سرکار ہے تو اسے نہایت تعجب ہوا اور سب بہت دیر تک اس بات پر ہنستے رہے۔ (حیاتِ جاوید، ص ۲۱۷)

سرسیّد انگریز کا تنخواہ خوار

الطاف حسین حالی لکھتا ہے:

جو شخص سرسیّد کی طبیعت اور جبلت سے واقف ہوگا وہ اس بات کو بآسانی باور کریگا کہ جو کچھ غدر کے زمانے میں گورنمنٹ کی خیرخواہی اور وفاداری ان سے ظہور میں آئی وہ کسی خلعت یا انعام وغیرہ کی توقع پر مبنی نہ تھی۔ وہ بڑا انعام اپنی خدمت کا یہی سمجھتے تھے کہ اس نازک وقت میں ان سے کوئی امر اخلاق اور شرافت اور اسلام کی ہدایت کے خلاف سرزد نہیں ہوا مگر گورنمنٹ نے خود ان کی خدمات کی قدر کی اور ان کے صلے میں ایک خلعت قیمتی ایک ہزار روپے کا اور دو سو روپے ماہوار کی پولیٹیکل پنشن دو نسلوں تک مقرر کی۔ (حیاتِ جاوید، ص ۹۲)

کیا سرسیّد دوقومی نظریے کا حامی تھا؟

قارئین کرام! بہت سے لوگ سرسیّد احمد خان کو دوقومی نظریہ کا داعی ثابت کرتے

ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔

مندرجہ ذیل پیراپڑھ کر آپ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ کیا سرسیّد احمد خان دوقومی نظریہ کا حامی تھا۔

حالی لکھتا ہے:

پھر آگے چل کر انہوں نے کہا کہ قوم کا لفظ ملک کے باشندوں پر بولا جاتا ہے گو ان میں بعض خصوصیتیں بھی ہوتی ہیں۔ اے ہندو مسلمانو! کیا تم ہندوستان کے سوا اور کسی ملک کے رہنے والے ہو؟ کیا اسی سرزمین پر تم دونوں نہیں بستے؟ کیا اسی زمین میں تم دفن نہیں ہوتے؟ کیا اسی زمین کی گھاٹ پر تم جلائے نہیں جاتے۔ اسی پر مرتے ہو اسی پر جیتے ہو تو یاد رکھو کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے ورنہ ہندو مسلمان اور عیسائی بھی جو اسی ملک میں رہتے ہیں اسی اعتبار سے ایک قوم ہیں۔ (حیاتِ جاوید' ص ۱۳۱۷)

غور کیجئے' ہندو مسلم اور عیسائی کو ایک قوم کہنے والا دوقومی نظریے کا حامی کیسے ہوسکتا ہے۔ ففہم وتدبر۔

جذبہ جہاد سرد کرنے اور مسلمانوں کو انگریز بہادر کی چوکھٹ پر جھکانے کا عظیم منصوبہ

الطاف حسین حالی سرسیّد کا بیان یوں نقل کرتا ہے۔

اور بتایا ہے کہ جو مسلمان انگریزی گورنمنٹ کی رعایا اور مستامن ہیں اور اپنے فرائض مذہبی بلا مزاحمت ادا کرتے ہیں وہ شریعت اسلام کی رو سے بمقابلہ انگریزوں کے نہ جہاد کر سکتے ہیں نہ بغاوت اور نہ کسی قسم کا فساد ان کو ہندوستان میں انگریزی گورنمنٹ کے زیر حکومت اسی اطاعت وفرمانبرداری سے ازروئے مذہب اسلام کے رہنا واجب ہے۔ جیسا کہ ہجرت اولیٰ میں مسلمان حبش میں جا کر عیسائی بادشاہ کے زیر حکومت رہتے تھے۔ (حیاتِ جاوید' ص ۱۷۶)

یہود ونصاریٰ کے بارے میں قرآنی فیصلہ

مسلمانو! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمادیا:

اور ہرگز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو۔ (کنزالایمان' سورۃ بقرہ پارہ' آیت ۱۲۰)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ (سورۃ مائدہ' پارہ ٦' آیت ۵۱)

مومنوں سنو! تمہارا رب عزوجلہ فرماتا ہے:

اے ایمان والوں غیروں' (کافروں' منافقوں) کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے۔ ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے۔ ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنادیں اگر تمہیں عقل ہو۔

(پارہ ۴' سورۃ آل عمران' آیت ۱۱۸)

اے مومنو سنو! تمہارا ربّ عزوجل کیا فرماتا ہے:

اے ایمان والو! اگر تم کچھ کتابیوں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر کر چھوڑیں گے۔ (سورۃ آل عمران' پارہ ۴' آیت ۱۰۰)

مسلمانوں دیکھو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنا واضح انداز میں مومنوں کو خبردار کردیا کہ یہود ونصاریٰ کبھی بھی تم سے راضی نہیں ہوسکتے۔ ایمان والوں ان کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تمہاری برائی میں کمی نہ کریں گے۔ لیکن اس کے باوجود بھی سرسیّد احمد خان نے مسلمانوں کو انگریز بہادر کی چوکھٹ پر جھکانے اور مسلمانوں کو انگریز نواز بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ چھوڑی۔ خود بھی ساری زندگی برٹش گورنمنٹ کی کاسہ لیسی کی اور مسلمانوں کو بھی اس لعنت میں مبتلا کرنے کی کوشش کی۔

سر سیّد احمد خان کی انگریز نوازی

حالی لکھتا ہے:

ہم (سر سیّد احمد خان) جو یہ لکھتے ہیں کہ ہماری منصف گورنمنٹ مسلمان کے ساتھ ہے۔ اس کی بہت روشن دلیل یہ ہے کہ ہماری قدر دان گورنمنٹ نے خیر خواہ مسلمانوں کی کیسی قدر و منزلت اور عزت و آبرو کی۔ انعام و اکرام اور پنشن و جاگیر سے نہال کر دیا۔ ترقی عہدہ اور افزونی مراتب سے سرفراز کیا ہے۔ پھر کیا یہ ایسی بات نہیں ہے کہ مسلمان نازاں ہوں اور اپنی گورنمنٹ کے شکر گزار اور ثنا خواں رہیں۔ (حیاتِ جاوید' ص ۱۰۹)

الطاف حسین حالی لکھتا ہے:

ان (سر سیّد) کی نہایت پختہ رائے تھی کہ ہندوستان کے لئے انگلش گورنمنٹ سے بہتر۔ گو کہ اس میں کچھ نقص بھی ہو' کوئی گورنمنٹ نہیں ہو سکتی اور اگر امن و امان کے ساتھ ہندوستان کچھ ترقی کر سکتا ہے تو انگلش گورنمنٹ ہی کے ماتحت رہ کر کر سکتا ہے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے گو ہندوستان کی حکومت کرنے میں انگریزوں کو متعدد لڑائیاں لڑنی پڑی ہوں مگر درحقیقت نہ انہوں نے یہاں کی حکومت بزور حاصل کی اور نہ مکر فریب سے بلکہ درحقیقت ہندوستان کو کسی حاکم کی اصلی معنوں میں ضرورت تھی۔ سو اسی ضرورت نے ہندوستان کو ان کا محکوم بنا دیا۔ (حیاتِ جاوید' ص ۶۸۲)

مزید سنیے:

مسلمان انگریزی گورنمنٹ کی رعایا اور مستامن ہیں اور اپنے فرائض مذہبی بلا مزاحمت ادا کرتے ہیں وہ شریعت اسلامیہ کی رو سے بمقابلہ انگریزوں کے نہ جہاد کر سکتے ہیں نہ بغاوت۔ نہ کسی قسم کا فساد۔ (حیاتِ جاوید' ص ۱۷۶)

انگلش گورنمنٹ سر سیّد کے لئے خدا کی رحمت

سر سیّد لکھتا ہے:

انگلش گورنمنٹ ہندوستان میں خود اس فرقے کے لئے جو وہابی کہلاتا ہے ایک رحمت ہے۔ جس طرح ہندوستان میں کل مذہب کے لوگوں کو کامل آزادی ہے جو سلطنتیں اسلامی کہلاتی ہیں ان میں بھی وہابیوں کو ایسی آزادی مذہب ملنا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ سلطان کی عملداری میں وہابی کا رہنا مشکل ہے۔ (مقالات سر سیّد حصہ نہم' مطبوعہ لاہور' ص ۲۱۲)

سر سیّد احمد خان لکھتا ہے:

وہابی جس آزادی مذہب سے انگلش گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں رہتے ہیں' دوسری جگہ ان کو میسر نہیں۔ ہندوستان ان وہابیوں کے لئے دار الامن ہے۔

(مقالات سر سیّد' حصہ نہم' مطبوعہ لاہور' ص ۲۱۲)

سر سیّد کے نزدیک گورنمنٹ برطانیہ عادل اور منصف حکومت تھی۔ الطاف حسین حالی نے سر سیّد احمد خان کا بیان یوں نقل کیا:

الٰہی! تیرا بہت بڑا احسان اپنے بندوں پر یہ ہے کہ اپنے بندوں کو عاقل اور منصف حاکموں کے سپرد کرے سو برس تک تو نے اپنے ان بندوں کو جن کو تو نے خطہ ہندوستان میں جگہ دی ہے اسی طرح عادل اور منصف حاکموں کے ہاتھ میں ڈالا۔ پچھلے کم بخت برسوں میں جو بسبب نہ ہونے ان حاکموں کی ہماری شامت اعمال پیش آئی۔ اب تو نے ان کا عوض کیا پھر وہی عادل اور منصف حاکم ہم پر مسلط کئے۔ تیرے اس احسان کا ہم دل سے شکر ادا کرتے ہیں۔ تو اپنے فضل سے اس کو قبول کر۔ (حیاتِ جاوید' ص ۱۰۴)

مسلمانو! اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں خلاف ما انزل اللہ فیصلے کرنے والے کو کافر فاسق اور ظالم کی ڈگریاں دے رہا ہے لیکن سر سیّد احمد خان ان کو عادل اور منصف کہہ رہا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔

(سورۃ مائدۃ' پارہ ۶' آیت ۴۴)

اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

(سورۃ مائدۃ پارہ آیت ۴۵)

اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

(سورۃ مائدۃ پارہ ۶، آیت ۴۷)

قارئین! کافر تو کافر اگر کوئی مسلمان کلمہ گو بھی خلاف ما انزل اللہ حکم کرے تو ہمارے علماء نے اس کو بھی عادل کہنے والے کی تکفیر فرمائی ہے۔

امام علم الہدیٰ ابو منصور ماتریدی قدس سرہ سے ہے۔

من قال لسلطان زماننا عادل فقد کفر۔

ترجمہ: جس نے ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہا اس نے کفر کیا۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب بالسیر الباب التاسع جلد ۲، ص ۲۸۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

قارئین! مختصر طور پر سرسیّد احمد خان کی انگریز نوازی کو بیان کر دیا گیا۔ آخر میں یہ بات کہنا چاہوں گا کہ غلام جتنا مرضی کہے میں اپنے آقا کا وفادار ہوں اور ساری زندگی اپنے کہے کی تصدیق بھی کرتا رہے یہ اس کے وفادار ہونے کی دلیل ضرور ہے لیکن اگر آقا خود اس کی وفاداری اور اطاعت شعاری کا اعتراف کرلے تو یہ اس کے وفادار ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔ چنانچہ

سپیشل کمشنر اور جج مسٹر کری کرافٹ و پسن نے سرسیّد احمد خان کی وفاداری گورنمنٹ کو بیان کرتے ہوئے کہا:

تم (سرسیّد) ایسے نمک حلال نوکر ہو کہ ایسے نازک وقت (۱۸۵۷) میں تم نے سرکار کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ سرکار نے بھی تم کو اپنا خیر خواہ اور نمک حلال نوکر جان کر کمال اعتماد کے ساتھ ضلع بجنور کی حکومت تم کو سپرد کی اور تم اسی طرح نمک حلال اور وفادار سرکار کے رہے۔ اس کے صلے میں اگر تمہاری ایک تصویر بنا کر پشت ہا پشت کی یادگاری اور تمہاری اولاد کی عزت اور فخر کے لئے رکھی جائے تو بھی کم ہے۔ (حیاتِ جاوید ص ۸۸)

غلام کذاب اور سرسیّد میں مماثلت

اس مقام پر ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بات ثابت کی جائیگی کہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے اور انگریز بہادر کی چوکھٹ پر سر جھکانے کے جو منصوبے غلام کذاب کے تھے وہی نظریات منصوبے اور مقاصد سرسیّد احمد خان علی گڑھی کے ساتھ تھے۔

اس سلسلے میں جناب میجر (ر) امیر افضل خان صاحب کا مضمون جو کہ سہ ماہی العاقب لاہور رجب المرجب ۱۴۲۹ھ کو چھپا، پیش خدمت ہے۔

یہ مضمون اس عنوان کو سمجھنے میں کافی حد تک ممد اور معاون ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اب پڑھیئے۔

(۱) مرزا غلام کذاب قادیانی کا فتنہ اور اس کے پیروکار یا سرسیّد کا فتنہ اور اس کے پیروکار دونوں ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے ہیں۔ دونوں کی تحریکوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کے قلب سے روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نکال دو اور نظریہ جہاد کو پاش پاش کر دو۔ غلام کذاب کی سازش کو ہم کچھ سمجھ گئے ہیں لیکن سرسیّد کو الٹا پاکستان کے بانیوں میں شمار کر دیا اور دو قومی نظریہ کا اس کو بانی بنا کر اس ''غدار اسلام'' کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شرکت دی جا رہی ہے۔

(۲) یہ سب کام ایسی ہوشیاری سے کیا جاتا ہے کہ یہ سازش آج بھی جاری ہے۔ سرسیّد کے نام پر سکول، کالج، یونیورسٹیاں اور اتنے ادارے بن رہے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر سرسیّد نہ ہوتا تو ہم جاہل ہوتے۔ تحریک پاکستان علی گڑھ کے سند یافتہ یا طالبعلموں نے جو بھرپور حصہ لیا وہ دراصل لنگڑے لولے پاکستان کو بنانے والے انگریز فرنگی کی حیلہ سازی تھی جس کے تحت سرسیّد جیسے خیالات اور عقائد رکھنے والے لوگوں کی ایک ''کھیپ'' کو پاکستان کی حکومت اور معاشرے یا ہر میدان پر اس طرح مسلط کر دیا جائے کہ یہ لوگ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کو بھول جائیں۔

(۳) علی گڑھ کے علاوہ باقی انگریزی اداروں کے تعلیم یافتہ مسلمانوں نے بھی

تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ معمولی پڑھے لکھے یا ''ان پڑھوں'' نے بھی تحریک پاکستان میں حصہ لیا' تو یہ سہرا سرسیّد یا کسی ایک کے سر باندھنا ویسے بھی ٹھیک نہیں۔

(۴) بے شک انگریزی اداروں کی تعلیم نے ہمیں اسلام سے بہت دور کیا اور کر رہے ہیں لیکن یہ کہنا کہ سرسیّد کی وجہ سے ہم نے انگریزی تعلیم حاصل کی اور اس تعلیم کے زور یا مدد سے پاکستان حاصل کر لیا۔ اس بات کو صرف اتنا مانا جا سکتا ہے کہ یہ ایک آئینی ضرورت تھی۔ اگر اس وقت ہم پاکستان حاصل نہ کرتے تو زمانہ آ گیا تھا کہ چند سال بعد لڑ مر کر ہم بہتر طور پر ایک اچھی قسم کا پاکستان حاصل کر لیتے یا مٹ جاتے اور اس موجودہ ذلت کی زندگی سے مٹ جانا زیادہ بہتر تھا۔

(۵) بہر حال انگریزی تعلیم سے ہم نے جو کچھ حاصل کیا اس کا سہرا اکیلے سرسیّد کو باندھنا صحیح نہیں۔ سرسیّد سے پہلے شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اجازت دے دی تھی کہ حکمرانوں کی تعلیم حاصل کر لو کہ ان کے بارے زیادہ آگاہ ہو جاؤ گے لیکن اپنے عقائد خراب نہ کرنا۔ اب یہ کہنا کہ اس تعلیم سے ہماری سوچوں اور کردار میں بہتری ہوئی ہے تو یہ بات بالکل غلط ہے چونکہ ۱۸۹۰ء میں سرسیّد خود اپنے ایک دوست کو خط میں کہتا ہے کہ جتنی زیادہ ہم مغربی تعلیم حاصل کرتے جاتے ہیں اتنے زیادہ بے کردار ہوتے جاتے ہیں۔

(۶) اب لطف کی بات یہ ہے کہ اس تعلیم کے بانی لارڈ میکالے کو تو ہم ہر روز برا بھلا کہتے ہیں لیکن اس کے غلام اعظم ''سرسیّد'' کو ایک قومی ہیرو مانتے ہیں۔ سرسیّد کی تحریروں اور عقائد کی اس عاجز نے کافی تحقیق کی اور فروری ۱۹۹۳ء میں قادیانیوں کیخلاف سپریم کورٹ کے مقدمہ میں سرسیّد اور غلام کذاب کے ایک جیسے فتنہ اور لکھائیوں کی مماثلت پر ایک بہت لمبا چوڑا مسودہ پیش کیا جس سے چند باتیں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

(الف) مرزا غلام کذاب کتاب ''شہادت القرآن'' کے صفحہ ۱۱ اور سرسیّد

''مکتوبات سرسیّد'' کے صفحہ ۲۳۲ کے مطابق کہتے ہیں کہ ''گورنمنٹ انگلشیہ خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور مسلمانوں کے لئے آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے''۔

(ب) غلام کذاب کتاب ''تحفہ قیصریہ'' کے صفحہ ۱۳۲ اور سرسیّد' کتاب ''شکریہ'' کے صفحہ ۵ کے مطابق دعا مانگتے ہیں کہ ''اے قادر مطلق! تو ہمیں ہمیشہ ملکہ معظمہ وکٹوریہ کے سایہ عاطفت کے نیچے رکھ''۔

(پ) غلام کذاب کتاب ''تحفہ قیصریہ'' کے صفحہ ۳ پر اور سرسیّد اپنے ''مجموعہ لیکچر'' کے صفحہ ۶ پر ملکہ معظمہ کے زمانے میں ہونے کا اس طرح فخر کرتے ہیں کہ ''ہمارے حضور پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوشیرواں عادل کے زمانے میں پیدا ہونے پر فخر کیا ہے''۔

قارئین! یہ بات جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی جاتی ہے بالکل غلط ہے۔ یہ عاجز اپنی کتاب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال و جمال میں ''کجا نسبت خاک را بہ عالم پاک'' کے عنوان کے تحت اس بات پر بھرپور تبصرہ کر چکا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو جہاں پیدا ہوئے۔ نوشیرواں کی وہاں کیا ہستی ہے؟

(ت) غلام کذاب کتاب ''کشف الغطاء'' کے صفحہ ۶ اور سرسیّد ''مجموعہ لیکچر'' کے صفحہ ۳۱۱ کے مطابق کہتے ہیں کہ ''مسلمانوں کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جس گورنمنٹ کے ماتحت ہوں' وفاداری سے اس کی اطاعت کریں''۔

(ٹ) غلام کذاب ''براہین احمدیہ'' حصہ سوم کے صفحہ ۶۹ اور سرسیّد کتاب ''لائل محمڈنز'' حصہ دوم کے صفحہ ۱۳ کے مطابق کہتے ہیں کہ ''ہندوستان میں مذہبی آزادی کے باعث جہاد جائز نہیں''۔ غلام کذاب ''کشتی نوح'' کے صفحہ ۱۰۰ پر مزید یہ کہتا ہے کہ ''قرآن پاک کی رو سے مذہبی جنگ کرنا حرام ہے''۔

(ث) غلام کذاب ''تحفہ قیصریہ'' کے صفحہ ۲۸ اور سرسیّد ''آخری مضامین'' کے صفحہ

۱۱۳ اور "لائل محمڈنز" کے صفحہ ۷ پر کہتے ہیں کہ "برطانوی حکومت عادل ہے اور عادل بادشاہ کا مقابلہ کرنا بغاوت ہے نہ کہ جہاد"۔

(ج) غلام کذاب کتاب "ازالہ اوہام" کے صفحہ ۷۲۳ اور سرسید "اسباب سرکشی" کے صفحات ۶ اور ۷ پر کہتے ہیں کہ "۱۸۵۷ء کی بغاوت کو جہاد کا نام دینے والے بدچلن تھے اور ایسا جہاد شرعاً ان کے لئے ناجائز ہے"۔

(چ) غلام کذاب "ازالہ اوہام" کے صفحہ ۷۲۳ اور سرسید "اسباب سرکشی" کے صفحہ ۷ کے مطابق مزید کہتے ہیں کہ "۱۸۵۷ء میں کچھ لوگوں نے جہاد کے نام پر حرام زدگیاں کیں۔ افسوس ان مولویوں پر ہے جنہوں نے اس سلسلہ میں جہاد کے فتوؤں پر اپنی مہریں لگا دیں"۔

(۷) اس عاجز نے یہ کچھ اور باقی تفصیلات جب فروری ۱۹۹۳ء کو سپریم کورٹ میں پیش کیں تو ماحول پر سناٹا چھا گیا۔ دوسرے دن کی اخباروں میں صرف اتنا شائع ہوا کہ مذہبی سکالر میجر امیر افضل نے سرسید کو بھی مرزا قادیانی کے ساتھ جوڑ دیا۔ اگلے دن اخبار "نوائے وقت" کے نمائندے مجھ سے میری ساری تحقیق کی کاپی مانگ کر لے گئے کہ وہ پوری تفصیل اخبار میں شائع کریں گے لیکن مجھے خبر ملی کہ مجید نظامی تو اس خبر کی اشاعت پر بھی ناراض ہوا کہ قادیانیوں اور سرسید کے خلاف اتنا کچھ کیوں لکھ دیا؟ یہ عاجز پہلے ہی ایک اشتہار ۱۹۸۹ء میں جاری کر چکا تھا کہ جو کچھ غلام کذاب اور سرسید کرتے تھے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کو خراب کرو' یہ ڈیوٹی آج کل نوائے وقت نے سنبھالی ہوئی ہے۔ آخر کار مجید نظامی نے اس سازش کی کڑی ہونے پر مہر لگا دی۔

(۸) سرسید نہ صرف وحی کا منکر تھا کہ اس کو 'واردات' کا نام دیا بلکہ وہ آخرت کا بھی قائل نہ تھا اور جنت و دوزخ کو استعارے سمجھتا تھا۔ ادھر اس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیں بھی لکھی ہیں لیکن میرے لیے یہ ایسا ہے جیسے جوش ملیح آبادی اللہ تعالیٰ کی ذات کا منکر تھا لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں بہت کچھ لکھا۔ خود

مرزا قادیانی نے بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت کچھ لکھا۔ اس لیے یہ عاجز ان لوگوں کے فتنوں سے ڈرتا ہے کہ غدار سرسید کو بھول جاؤ۔ اس کے خیالات سے ہم ذرہ بھر بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے بلکہ الٹا نقصان ہو رہا ہے کہ ہم آدھے تیتر اور آدھے بٹیر بن کر جی رہے ہیں۔ ہمارے لیے قرآن پاک اور سنت کافی ہے۔ شیطان جو علم وحدانیت کا بڑا عالم ہے اس سے فلسفہ توحید کے سبق نہیں سیکھے جا سکتے۔

(۹) یہ عاجز اتنا کچھ لکھ چکا تھا کہ قاضی عبدالقدوس ناصر صاحب جن کا تعلق حویلیاں سے ہے اور میرا ان کے ساتھ غائبانہ تعارف ہے کہ میری کتابیں وہ منگواتے رہتے ہیں۔ وہ مجھے ملنے آئے اور میرے پاس خاکسار شیر زمان کی ایک تصنیف "سرسید' جناح اور مشرق" چھوڑ گئے لیکن بات کوئی نہ کی۔ یہ میرا امتحان تھا یا اللہ تعالیٰ نے مجھے سرسید کی اسلام اور مسلمانوں سے غداریوں کے بارے زیادہ آگاہ کرنا چاہا تھا۔ بہرحال شیر زمان نے سب کچھ باحوالہ لکھا اور وہ حوالے کتاب میں موجود ہیں لیکن یہ عاجز اتنی تفصیل میں نہیں جا سکتا اور جو صاحب تفصیل میں جانا چاہیں وہ یہ کتاب خود پڑھ لیں۔ میں صرف چند اقتباسات دے رہا ہوں:

(الف) سرسید نے اخبار "تہذیب الاخلاق" میں اس نظریہ کو رائج کیا کہ جب اسلام میں ایک حبشی، جس کے لب موٹے، چہرہ سیاہ اور کھوپڑی شلغم سے بھی چھوٹی ہو اس کی اطاعت مسلمان پر واجب ہے تو ایک گورے چٹے انگریز کی اطاعت اس پر کیوں نہ واجب ہو؟ (لوکر لو بات) (فاعتبروا یا اولی الابصار) پھر اس کے ہمنوا شمس العلماء مولوی نذیر احمد نے اپنے ترجمہ قرآن پاک میں (اولی الامر منکم) کا یہ معنی کرنے کی بجائے کہ جو امیر تمہارے بیچ سے ہوں یہ کیا کہ ان کی اطاعت کرو جو تم پر مقرر کیے گئے ہیں۔ (صفحہ ۳)

(ب) سرسید نے قرآن پاک اور بائبل کی تعلیم میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے پروفیسر آرنلڈ کو کاغذات بھیجے تو وہ پھولے نہ سمایا۔ یہ کام اگر مسلمان کریں تو پھر عیسائیوں کے لئے یہ ثابت کرنا آسان ہو جائے گا کہ اگر انجیل صحیح ہے تو قرآن پاک (نعوذ باللہ)

ضرور جھوٹ ہے۔ (صفحہ ١٦) (توبہ میرے اللہ سر سیّد کس قماش کا آدمی تھا)

(پ) سر سیّد نے سائنس کی تعلیم کی مخالفت کی کہ وہ صرف ایسی تعلیم کے حق میں تھا جو مسلمانوں کو اعلیٰ انتظامی عہدوں کے لئے تیار کرے۔ اس نے تعلیم نسواں کی بھی مخالفت کی کہ جاہل عورت اپنے حقوق سے واقف ہوگی تو اس کی زندگی عذاب ہو جائیگی۔ (صفحہ ٣٠) یہ اعلیٰ خاندان وہ تھے جو بقول چودھری شجاعت حسین انگریزوں کے کتے نہلاتے تھے اور ان کی اولادیں ہم پر مسلط ہیں۔

(ت) سر سیّد نے مقابلے کے امتحان میں صرف اعلیٰ خاندان کے لوگوں کو شرکت کرنے کی حامی بھری۔ ان کے خیال کے مطابق ادنیٰ خاندان کے لوگ ملک یا گورنمنٹ کے لئے مفید نہیں ہوتے۔ (صفحہ ٣٢)

(ٹ) لیکن یہ کچھ پڑھ کر شیر زمان کے بھی رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ سر سیّد اپنے کاغذات "لائل محمڈنز آف انڈیا" میں یہاں تک کہہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب مسلمانوں میں ٹیپو سلطان اور سراج الدولہ جیسے غدار اور قوم دشمن افراد پیدا ہونے بند ہو گئے ہیں اور میر جعفر اور صادق جیسے محبّ وطن اور اقوام کے بہی خواہ پیدا ہو رہے ہیں جو سرکاری برطانیہ کے وفادار ہیں بلکہ اس راج کو مستحکم کرنے والے ہیں۔ (صفحہ ١٥، ١٦)

(١٠) یہ عاجز اب اپنی طرف سے یہ اضافہ کرے گا کہ سر سیّد غدار اعظم ہے اور وہ میر جعفر، میر صادق اور الٰہی بخش سے بھی بڑھ کر غدار ہے۔ اس کے پیروکار یا اس کو صحیح سمجھنے والے بھی اسلام کے دشمن ہیں۔ نیز یہ لوگ قادیانیوں سے زیادہ مسلمانوں کا نقصان کر رہے ہیں لیکن ایسے غداروں کا ذرائع ابلاغ پر قبضہ ہے۔

سر سیّد اور اہل کلیسا کا نظام تعلیم

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم ایک سازش ہے فقط دین و مروت کیخلاف

(ڈاکٹر اقبال)

قارئین! یہ بات اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر قرآن مجید میں بیان فرما دی کہ کافر منافق اور یہود و نصاریٰ مسلمان کی برائی میں کمی نہیں کریں گے۔

اور یہ بات کسی بھی صاحب علم سے مخفی نہیں کہ یہود و نصاریٰ نے ہر دور میں مسلمانوں کیخلاف سازشیں کرنے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں چھوڑی۔ یہود و نصاریٰ چاہتے ہیں کہ کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کو ان کے دین سے ہٹا کر اپنا غلام بنالیا جائے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ اور سازش برٹش گورنمنٹ نے مسلمانانِ ہند کے ساتھ کی۔

بسیار سوچ و بچار کے بعد بالآخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ تعلیم ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے ہم مسلمانوں کے بچوں کو ذہنی طور پر اپنا غلام اور خیر خواہ بنا سکتے ہیں اور تعلیم ہی وہ ذریعہ ہے کہ جس کی مدد سے ہم ایسے افراد تیار کر سکتے ہیں جو نام کے اعتبار سے تو مسلمان ہوں لیکن ذہنیت اور کام کے اعتبار سے وہ برٹش حکومت کو چلانے کا بھرپور طریقے سے کام دیں کیونکہ وہ سمجھتے تھے۔

بقول اکبر الٰہ آبادی

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جاتے ہیں، تعلیم بدل جانے سے

بقول ڈاکٹر اقبال

تعلیم کے تیزاب میں ڈال کر اس کی خدی کو
پھر جدھر چاہے ادھر کو مروڑیئے

چنانچہ برٹش گورنمنٹ نے مسلمانوں کے بچوں کو دین کی تعلیم سے دور کرنے کے لئے اپنا ایک علیحدہ نظام تعلیم تیار کیا اور مسلمانوں کے بچوں کے دلوں سے روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نکالنے کا اور فکر عرب کو فرنگی تخیلات دینے کا سامان تیار کیا۔

سکول و کالج والوں کے ممدوح ڈاکٹر اقبال نے اس حقیقت کی قلعی کھولتے ہوئے

بتا دیا کہ انگریز چاہتا ہے کہ

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

(ڈاکٹر اقبال)

انگریزی نظام تعلیم کا مقصد کیا تھا؟

اس نظام تعلیم کے موجد و بانی کی زبانی سنیے۔

لارڈ میکالے

کی سفارشات کا اعلامیہ جو ۷ مارچ ۱۸۳۵ء کو منظور کیا گیا۔ ہمیں ایسی نسل تیار کرنا چاہئے جو دیسی آبادیوں کے لئے ہمارے افکار و نظریات کی ترجمان ہو اور جو رنگ و نسل کے اعتبار سے بلاشبہ ہندوستان کا باشندہ ہو لیکن فکر و نظر اور سیرت و کردار و عادات و اخلاق کے اعتبار سے خالص انگریز ہو۔

(نظام تعلیم صفحہ ۸۸، حوالہ مغرب پر اقبال کی تنقید ص ۱۰۱ از پروفیسر عبدالغنی فاروق)

اب اس برٹش گورنمنٹ کے نظام تعلیم کو مسلمانوں میں داخل کرنے کے لئے کسی ایسے وفادار کی ضرورت پیش آئی جو اس نظام کو کسی طریقے سے مسلمانوں میں داخل کر دے اور مسلمانوں کو انگریز بہادر کی چوکھٹ پر جھکا دے تو انہوں نے اپنے دیرینہ وفادار سید احمد خان کا انتخاب کیا۔

پھر سرسیّد نے بڑے سلیقے سے کام شروع کیا۔ سب سے پہلے اردو زبان کو غیر سلیقہ زبان اور تربیت کے لئے ناکافی قرار دے کر انگریزی سکول جاری کروا کر پھر علی گڑھ کی بنیاد رکھی۔

''حالی پانی پتی یوں نقل کرتا ہے''

اردو زبان غیر سلیقہ زبان ہے۔ سر رشتہ تعلیم جو چند سال سے جاری ہے وہ تربیت کے لئے ناکافی ہی نہیں بلکہ خراب کرنے والا تربیت اہل ہند کا ہے۔

اردو زبان جس کے وسیلے سے اکثر جگہ تعلیم جاری ہے اس کی حالت ایسی نہیں ہے جس سے تعلیم ہونا ممکن ہو کیونکہ جس زبان میں ہم کسی قوم کی تعلیم کا ارادہ رکھتے ہیں اس زبان کی نسبت ہم کو اول یہ دیکھنا چاہئے کہ اس میں علمی کتابیں کافی موجود ہیں یا نہیں کیونکہ اگر یہ نہ ہوں تو تعلیم ممکن نہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ زبان فی نفسہ اس قابل ہے یا نہیں کہ اس میں علمی کتابیں تصنیف ہو سکیں کیونکہ پہلی بات کا تو علاج ہو سکتا ہے مگر دوسری بات لاعلاج ہے۔ تیسرا یہ کہ آیا وہ ایسی زبان ہے یا نہیں کہ اس میں علوم پڑھنے سے جودت طبع جدت ذہن سلامت فکر ملکہ عالی قوت ناطقہ پختگی تقریر اور تربیت دلائل کا سلیقہ پیدا ہو سکے۔ ان تینوں باتوں میں سے اردو زبان میں کوئی بات نہیں۔ پس گورنمنٹ پر واجب ہے کہ اس طریقہ تعلیم کو جو درحقیقت تربیت انسان کو خراب کرنے والا ہے اور خود بخود لوگوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا کرنے والا ہے بالکل بدل دے اور اس زبان میں تربیت اور اس زبان سے تربیت جاری کرے جس سے تربیت کا جو اصلی نتیجہ ہے، حاصل ہو۔ میری صاف رائے ہے کہ اگر گورنمنٹ اپنی شرکت دیسی زبان میں تعلیم دینے سے بالکل اٹھائے اور صرف انگریزی مدرسے اور سکول جاری رکھے تو بلاشبہ یہ بدگمانی جو رعایا کو گورنمنٹ کی طرف سے ہے، جاتی رہے۔ صاف صاف لوگ جان لیں کہ سرکار انگریزی زبان کے وسیلے سے تربیت کرتی ہے اور انگریزی زبان بلاشبہ ایسی ہے کہ انسان کی ہر قسم کی علمی ترقی اس میں ہو سکتی ہے۔ (حیاتِ جاوید، ص ۹۷، ۹۸)

مسلمانوں کا وہ آئین طبع مستقل بدلا
چھٹی عربی گیا قرآن زبان بدلی تو دل بدلا

(اکبر الہ آبادی)

عام مسلمان یہی سمجھتے رہے کہ یہ مسلمانوں کے ساتھ بڑی وفاداری ہے لیکن بقول شاعر

نگاہ غور سے دیکھو تو عقدہ صاف کھل جائے
وفا کے بھیس میں بیٹھا ہے کوئی بے وفا ہو کر

علی گڑھ کالج اور انگریزی نظامِ تعلیم علماء امت کی نظر میں

(۱) امام المتکلمین مردِ حر مجاہدِ حق پرست علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ

علامہ فضل حق خیر آبادی فرماتے ہیں انگریزوں نے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے دو منصوبے بنائے ایک یہ کہ

''انہوں نے بچوں اور نافہموں کی تعلیم اور اپنی زبان و دین کی تلقین کے لئے شہروں اور دیہات میں مدرسے (سکول) قائم کئے۔ پچھلے زمانے کے علوم و معارف اور مدارس و مکاتب کے مٹانے کی پوری کوشش کی۔ (الصورۃ الہندیہ مترجم ص ۲۵۵' مکتبہ قادریہ لاہور)

(۲) اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ مولانا امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی نظر میں علی گڑھ کالج اور انگریزی نظام تعلیم

(فرماتے ہیں) علی گڑھ کالج انہیں مقاصد کے لئے قائم ہے۔ اس کے ثمرات ظاہر ہیں کہ مسلمانوں کو نیم عیسائی کر چھوڑا اس کے اکثر تعلیم یافتہ اسلام وعقائد اسلام پر ٹھٹھے اڑاتے ہیں۔ آئمہ وعلماء کو ''مسخرہ'' بناتے ہیں۔ خود غرضی وخود پسندی دنیا طلبی ودین فراموشی یہاں تک کہ داڑھی وغیرہ اسلامی وضع سے تنفر ان کا شعار ہے۔ جب ادھورے کے یہ آثار ہیں (ابھی علی گڑھ کالج تعمیر ہو رہا تھا) تکمیل کے بعد جو ثمرات ہونگے' آشکار ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳' ص ۶۸۶)

(۲) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں چودھری عزیز الرحمٰن بی اے سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ سکول لائل پور نے اس تعلیم کے متعلق سوال کیا جو خلاصتاً پیش کیا جاتا ہے۔

''عالیجاہ گورنمنٹ جو امداد سکولوں اور کالجوں کو دیتی ہے وہ خاص اغراض کو مدنظر رکھ کر دی جاتی ہے اور میرا خیال ہے کہ حضور کو سب حال روشن ہوگا لیکن اگر اس بارے میں ناواقفیت ہو تو میں عرض کرتا ہوں کہ اول تو امداد میں اس قسم کی شرط ضرور ہوتی ہے کہ کالج کا پرنسپل اور ایک دو پروفیسر انگریز ہوں۔ دوسرے مقررہ کورس پڑھائے جائیں جن میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ خلاف اسلام باتیں ہوتی ہیں بلکہ بعض میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ تیسرے دینی تعلیم لازمی نہیں کوئی پڑھے یا نہ پڑھے لیکن جہاں دینی تعلیم پڑھائی جائے خاص وقت سے زیادہ نہ دیا جائے کیونکہ یونیورسٹی کی تعلیم کے لئے چار گھنٹے وقت ضرور خرچ ہو۔ اگر چار گھنٹے سے کم ہوگا تو امداد نہیں ملے گی۔ پھر جو استاذ دینیات پڑھائے گا اس کو امداد نہیں دی جائیگی۔ پھر فلاں فلاں مضمون طالب علم کو ضرور لینے چاہئیں ورنہ امتحان میں شامل نہیں ہو سکتا۔ پھر ڈرل وغیرہ اور کھیلوں کی طرف دیکھو جن میں ہر ایک طالب العلم کو حصہ لینا ضروری ہوتا ہے۔ آج کل جو ڈرل سکھائی جارہی ہے اس میں عجیب مخرب اخلاق باتیں کی جارہی ہیں۔ امداد لینے اور الحاق یونیورسٹی سے رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہی ڈرل تمام سکولوں میں کرائی جائے۔ کھیلوں میں آپ دیکھتے ہیں کہ عجب بے پردہ لباس پہنا جاتا ہے۔ فٹبال اور ہاکی میں جو نکر پہنے جاتے ہیں وہ ٹخنوں سے اوپر تک ننگا رکھتے ہیں۔ غرضیکہ کیا عرض کروں۔ اسی الحاق وامداد کی خاطر معلمین ومتعلمین کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ قرآن شریف ودینیات کا جو گھنٹہ رکھا ہوا ہے اس میں بھی انگریزی ہی کا سبق یاد کرا دو کیونکہ انسپکٹر نے انگریزی تو سننی ہے' قرآن شریف تو نہیں سننا۔ جماعتوں میں جو ترقی دی جاتی ہے اس میں بھی اسی بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ انگریزی لڑکا جانتا ہے یا نہیں۔ قرآن شریف خواہ ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتا ہو نماز کا ایک حرف نہ جانتا ہو لیکن دسویں اور

الف اے اور بی اے پاس کرتا چلا جائے گا۔ یہ میں اسلامیہ سکولوں اور کالجوں کا ذکر کر رہا ہوں۔ دوسرے سکولوں اور کالجوں سے ہمیں کوئی تعلق نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ ص ۴۲۷-۴۲۸)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت علیہ الرحمہ نے اس کا تفصیلی جواب لکھا دو مقام سے مختصراً اس کا جواب نقل کیا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں:

انگریزوں کی تقلید وفیشن وغیرہ سے آزادی اور دہریت ونیچریت سے نجات بہت دل خوش کن کلمات ہیں۔ خدا ایسا ہی کرے مگر یہ صرف ترک امداد والحاق سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس آگ کے بجھانے سے ملیں گے جو سر سیّد احمد خان نے لگائی اور اب تک بہت سے لیڈروں میں اس کی لپیٹیں مشتعل ہیں۔

انگریزی اور وہ بے سود تضیع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا جو صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے ایں وآں مہملات پر مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو۔ وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے جیسا کہ عام طور پر مشہور ومعمود ہے جب تک یہ نہ چھوڑی جائیں اور تعلیم وتکمیل عقائد حقہ وعلوم صادقہ کی طرف باگیں نہ موڑی جائیں، دہریت ونیچریت کی بیخ کنی ناممکن ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

جو وجوہ شناعت آپنے ان مدارس (سکولوں) میں لکھیں کہ امور مخالف اسلام حتیٰ کہ توہین حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم داخل نصاب ہے بے شک جو اس قسم کے سکول یا کالج ہوں ان میں نہ فقط اخذ امداد بلکہ تعلیم وتعلم سب حرام قطعی بلکہ مستلزم کفر ہے۔

آپ فرماتے ہیں یہ میں اسلامیہ سکولوں اور کالجوں کا ذکر کر رہا ہوں پھر غیر اسلامیہ کا کیا پوچھنا مگر افسوس اور سخت افسوس یہ کہ آج آپ کو جتنے لیڈر دکھائی دیں گے وہ اوران کے بازو اوران کے ہم زبان عام طور پر انہیں سکولوں کالجوں کے کاسہ لیس ملیں گے انہیں سے بڑی بڑی ڈگریاں ایم اے بی اے کی پائے ہوئے ہوں گے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ ص ۴۳۵)

(۲) حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمۃ کی نظر میں انگریزی نظام تعلیم

فرماتے ہیں:

اس کے بعد ماوشما سے جو زندہ رہے گا دیکھ لے گا کہ اس طرز تعلیم کا اثر احکام شرعیہ، صوم وصلوٰۃ وغیرہ کو پس پشت ڈالنے اور ظاہری اعزاز وشکم پروری کے بغیر کچھ نہ ہوگا مگر جسے اللہ محفوظ رکھے وما علینا الا البلاغ ۔

(مہر منیر ص ۱۲۱)

(۳) فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ کی نظر میں

فرماتے ہیں:

دینی تعلیم کے علاوہ دوسری تعلیم کہ جو دین کی ضروری تعلیم کے لئے رکاوٹ بنے مطلقاً حرام ہے چاہے وہ ہندی انگریزی تعلیم ہو یا کوئی دوسری۔

(فتاویٰ فیض الرسول جلد ۳ ص)

(۴) حکیم الامت مفسر قرآن مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی علیہ الرحمۃ کی نظر میں

فرماتے ہیں:

اور دوستو تین چیزوں سے اپنی لڑکیوں اور بیویوں کو بہت بچاؤ (۱) ناول (۲) کالج اور سکول کی تعلیم سے (۳) تھیٹر اور سینما۔ یہ تین چیزیں لڑکیوں

کے لئے زہر قاتل ہیں۔ اس وقت لڑکیوں میں جس قدر شوخی، آزادی اور بے غیرتی ہے وہ سب ان تین ہی کی وجہ سے ہے۔ (اسلامی زندگی، ص)

مزید فرماتے ہیں:

اور دوستو بعض سکولوں اور کالجوں کے نام میں اسلام کا نام بھی لگا ہوتا ہے یعنی ان کا نام ہوتا ہے اسلامیہ سکول، اسلامیہ کالج اور اس نام سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ اسلامیہ سکول، اسلامیہ کالج نام رکھنا فقط مسلم قوم سے اسلام کے نام پر چندہ وصول کرنے کے لئے ہے ورنہ کام سب کالجوں کا قریب قریب یکساں ہے۔ غضب تو دیکھوں نام اسلامیہ سکول اور تعطیل ہوتی ہے اتوار کے دن۔ اسلام میں تو بڑا دن جمعہ کا ہے۔ ہر کام انگریزی میں وہاں کے طلبہ کے اخلاق وعادات انگریزی پھر یہ اسلامیہ سکول کہاں رہا۔

(اسلامی زندگی، ص)

مزید لکھتے ہیں،

لڑکیوں کو کھانا پکانا، سینا پرونا اور گھر کے کام کاج پاکدامنی اور شرم حیا سکھاؤ کہ یہ لڑکیوں کا ہنر ہے۔ ان کو کالجیٹ اور گریجویٹ نہ بناؤ کہ لڑکیوں کے لئے اس زمانہ میں کالج اور بازار میں کوئی فرق نہیں بلکہ بازاری عورت کے پاس لوگ جاتے ہیں اور کالج کی لڑکی لوگوں کے پاس جاتی ہے جس کا دن رات مشاہدہ ہو رہا ہے۔ (اسلامی زندگی، ص)

(۵) فاضل شہیر علامہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجانپوری علیہ الرحمۃ کی نظر میں

لکھتے ہیں:

انگریزی حکومت نے اپنے جاری کردہ سکولوں اور کالجوں سے دینی تعلیمات کو خارج از نصاب کر کے رعیت کا ذاتی معاملہ قرار دیا۔ ملازمتیں انگریزی سکولوں کی تعلیم پر منحصر ہو کر رہ گئیں تو نتیجہ ظاہر ہے کہ دینی مدارس ویران ہونے لگے۔ اشک شوئی کے لئے سکولوں میں برائے نام دینیات کو شامل رکھا گیا جس میں چند بزرگوں کی کہانیاں پڑھائی جاتی تھی لیکن جن حضرات نے ملت اسلامیہ کی پاک وہند میں حقیقی خدمات انجام دیں

ان مجاہدوں، بادشاہوں، شہیدوں اور رہنماؤں کو زینت طاق نسیان بنوا دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ ایسے سکولوں اور کالجوں سے فارغ التحصیل ہونے والے حضرات کی اکثریت کا یہی حال ہونا تھا اور آج بھی ہے کہ حقیقی اسلام سے بڑی حد تک نا آشنا نئے نئے اسلاموں کے ماننے والے اینگلو انڈین علماء کے معتقد اور مغربی تہذیب کے دلدادہ ان بظاہر پڑھے لکھے مسلمانوں کی حقیقی حالت زار پر اسلامی عینک سے دیکھنے والی آنکھیں یوں اشک بار ہوتی ہیں۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی
(سید اکبر الٰہ آبادی)

(برطانوی مظالم کی کہانی، ص ۱۵۲)

مولانا ابوالبشیر محمد صالح صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

اپنی مشہور کتاب پردہ میں انگریزی نظام تعلیم کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ایسی تعلیم اہل یورپ ہی کو مبارک ہو جس کو حاصل کر کے مرد و عورت یہ کہنے لگیں کہ ہم کسی مذہب کے پابند نہیں۔

یاد رہے کہ اصل مجرم والدین ہیں جو بڑی کوشش سے اپنے بچوں کو ایسی تعلیم دلاتے ہیں۔ حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة (علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے) کا مصداق اسلامی تعلیم ہے نہ کہ سکولوں اور کالجوں کی تعلیم اور اسلامی تعلیم عورتیں اپنے گھروں میں باپ، بھائی، خاوند وغیرہ محرموں سے حاصل کر سکتی ہیں۔ باپ کا فرض ہے کہ اپنی بیٹی کو پڑھائے خاوند کا فرض ہے۔ اپنی بیوی کو پڑھائے اگر لوگ اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے اپنے فرائض کو انجام دیں تو عورتیں کس طرح جاہل رہ سکتی ہیں؟ محرم اگر پڑھے ہوئے نہ ہوں تو جاننے والوں سے مسائل پوچھ کر اپنی عورتوں کو سکھائے جس میں کسی کتاب قلم دوات اور تختی وغیرہ کی کوئی

ضرورت نہیں ہوتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عورتیں اپنے خاوندوں سے اور آنحضرت کی بیویوں سے مسائل پوچھ کران پر عمل کرتی تھیں۔ یہ نہ تھا کہ ساری عمر لکھنے پڑھنے، تاریخ جغرافیہ یاد کرنے میں اور دنیا کے اورفنون سے واقفیت حاصل کرنے میں گزار دیں۔ اس پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ غلامانہ ذہنیت کا اصلی منبع کالج و سکول ہیں اور سب گناہوں کی جڑ غلامی ہے۔ پس جو امر غلامی کی جڑ ہوگا وہی سب سیآت و معاصی کی علت ہوگا۔ لہٰذا سکول اور کالج تمام اخلاقی رزائل اور دینی کمزوریوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں جبکہ آج کل سکولوں اور کالجوں میں بجائے تعلیم کے گانا بجانا ناچنا اور سوانگ بنانا ڈرامہ کرنا سکھلایا جاتا ہے۔ پروفیسر لڑکوں کے سامنے ناچتے اور گاتے ہیں۔ گویا تھیٹر اور سینما وغیرہ جو لوگوں کے اخلاق اور اموال کے لئے مہلکات سے ہیں۔ ان کا سرچشمہ سکول و کالج ہیں کیونکہ ان تماشوں میں انگریزی تعلیم یافتہ ہی کام کرنیوالے ہوتے ہیں۔ آپ ہی فرمائیے کہ پروفیسروں کا ناچنا گانا لڑکوں پر کیا اثر کریگا۔ پردہ نشین عورتوں نے بڑے بڑے حکمران امام اور اولیاء پیدا کیے ہیں۔ ایسے نام نہاد اور آزاد پیدا نہیں کئے جو مذہب سے آزاد اور متنفر ہوں۔ ایسے آزاد درحقیقت غلام نفس، اسیر شہوات اور پرستار حکومت ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی آزادی اور تعلیم پر ''لات'' مارنی چاہئے جس سے عورتیں بے حیا ہو کر غیر محرموں سے مصافحہ کریں۔ ان کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کریں۔ ناچنے گانے کو کمال سمجھیں۔ غیر محرموں کے ساتھ سیر و سیاحت کریں۔ اس تہذیب بمنزلۂ تعذیب کے سیکھنے کے لئے دوسرے ممالک میں جائیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورت کو غیر محرم کے ساتھ حج کی بھی اجازت نہیں دیتے۔

مسلمانو! کچھ تو شرم کرو۔ ایسی مہذب مائیں اپنے بچوں کو کس طرح تہذیب و ادب سکھائیں گی۔

شعر

جائے عبرت ہے یہ تیرے واسطے مرد خدا
ہوش میں آ! خواب غفلت سے تجھے کیا ہو گیا

غرض اس طرح کی ترقی کر کے مسلمان بالفرض تمام دنیا کے بادشاہ بھی بن جائیں تو بھی اسلام کی نظر میں یہ سراسر خسران اور نامرادی ہے۔ اس تعلیم سے اگر جہالت وتو ہم پرستی کے مرض دور ہو سکتے ہیں تو بے حیائی خودسری، خود پسندی، اسراف وتبذیر، بے دینی، آوارگی، خودنمائی وغیرہ صدہا ایسے اور امراض پیدا ہو سکتے ہیں جو جہالت سے بھی بدتر ہیں کیونکہ سکولوں، کالجوں کی تعلیم سے تو دینی صلاحیت ہی معدوم و مفقود ہو جاتی ہے۔ ایسی تعلیم یافتہ عورتیں مسلمان کہلاتی ہیں۔ غیر مسلموں سے شادی کر لیتی ہیں لہٰذا ان امراض کا حتمی علاج دینی تعلیم ہے اور اسی کے لئے کچھ نہ کچھ بندوبست ہونا چاہئے چنانچہ آج جس قدر فتنے اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کر رہے ہیں یہ سب انگریزی (نظامِ تعلیم) پڑھنے کی برکات ہیں۔ چنانچہ کسی طرف سے آواز آتی ہے کہ مذہب ہماری پستی اور تباہی کی جڑ ہے اور اس کو چھوڑ دو...... الغرض دنیا میں ہر طرف یہی شور ہے اور یہ شور انگریزی خوانوں نے برپا کر رکھا ہے جس میں بعض دنیا پرست محض نام کے مولوی بھی شریک ہو گئے۔

القصہ یہ تمام واقعات اس کی تصدیق کر رہے ہیں کہ ان بزرگوں کی رائے نہایت صحیح تھی جو انگریزی کو اسلام کے لئے خطرناک سمجھ کر مسلمانوں کو اس سے بچنے کی رائے دیتے ہیں لیکن معترض صاحب بجائے ان کی تصویب کے الٹا ان کو بے وقوف بناتا ہے اور یہ بھی اسی انگریزی کا اثر ہے۔ نیز وہ کہتا ہے کہ جس طرح مسلمان آج انگریزی کی مخالفت پر رو رہے ہیں یونہی وہ کل پردہ مروجہ کی حمایت پر پچھتائیں گے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جو مسلمان انگریزی کے مخالف تھے وہ کبھی نہیں پچھتائے اور نہ ہی وہ پچھتائیں گے جو پردہ مروجہ کی حمایت کرتے ہیں بلکہ جس طرح مخالفین انگریزی آج اپنے اپنی رائے کی صحت کو دیکھ کر اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہیں یونہی حامیان پردہ بے پردگی کے

مقاصد کو دیکھ کر کل اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہوں گے جبکہ ہندوستان (پاک و بھارت) علانیہ فسق و فجور کی وجہ سے رشک یورپ ہوگا اور ہندوستان میں نہ تو کوئی ''صحیح النسب'' ملے گا اور نہ کوئی شریف اور اس سے زیادہ اس وقت خوش ہونگے جبکہ مرنے کے بعد ان ظالموں کو ان کی بغاوتوں کی سزا دی جائے گی اور ان کو ان کی نام نہاد حریت اور خود ساختہ ترقی و تمدن کا مزہ چکھایا جائے گا۔

الغرض نہ مسلمانوں کو انگریزی کی مخالف پر پچھتانے کی کوئی وجہ ہے اور نہ پردۂ اسلامی کی حمایت پر اگر بے دین لوگوں نے انگریزی کے باب میں علماء کی مخالفت کی تو اپنا ہی نقصان کیا۔ علماء کا کچھ نہ بگاڑا۔ اسی طرح اگر وہ اب پردہ کی مخالفت کریں گے تو بھی اپنا ہی نقصان کریں گے اور علماء کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

اے اللہ عزوجل کے بندو! تم کیوں اللہ عزوجل کے دین کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہو اور تم نے کیوں اس کی تباہی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ اگر تم درحقیقت اسلام سے گھبرا گئے ہو اور تم کو خدا عزوجل کے قوانین تسلیم نہیں تو صاف صاف اپنے ارتداد کا اعلان کر دو۔ دوسرے مسلمان تو تمہارے شر سے بچ جائیں گے۔ اسلام کا دعویٰ کرنا اور خدا عزوجل کے دین کو ظلم اور جبر اور خلاف مصلحت بتلا کر اس کی تحریف کرنا بالکل انسانیت کے خلاف ہے۔

افسوس! کہ نئی روشنی والوں نے جو درحقیقت منبع ظلمات ہے، روحانیت سے بیگانگی اور مادیت کی دلدادگی کا نام ترقی رکھ لیا ہے اور ہر ایک نے بے حیائی الحاد و دہریت، اتباع طرز مغرب کو تہذیب سمجھ رکھا ہے جو درحقیقت تعذیب ہے اور ہر قسم کی آوارگی و خودسری کو آزادی کا لقب دے رکھا ہے جو دراصل نفس و شیطن کی غلامی ہے۔ جو شخص اس طوفان بدتمیزی کیخلاف آواز اٹھاتا ہے اس کو اپنی موہوم ترقی کا مانع سمجھکر نادان بے وقوف اولڈ فیشن اور تنگ خیال وغیرہ الفاظ سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ پردہ کو غلامی اور تسفل (گراوٹ) کی سب سے نمایاں علامت بتایا جاتا ہے۔ تعلیم اور اعلیٰ قابلیت سے عاری

رہنا بھی پردے ہی کا نتیجہ خیال کیا جاتا ہے۔

حالانکہ غلامی کی اصل وجہ بے پردگی، بے حیائی اور موجودہ انگریزی تعلیم ہے۔ ہمارے لیڈر اپنا ہی گھر برباد کرنے کو ترقی سمجھتے رہے۔ کبھی پردہ کی مخالفت پر اسرار ہے، کبھی سود کے جواز پر بحث و تکرار ہے۔ علماء کی توہین اور علوم اسلامیہ کے رواج کا بند کر دینا تو لیڈروں کا مقصد اعظم ہے۔ عمریں علماء پر تبرا کرتے گزر گئیں اور روزانہ اخباروں میں برسوں تک اس مبارک اور مقدس گروہ کو کوسا ہے۔ یہ ان حضرات کے اصول ترقی ہیں۔ آج کل جبریہ تعلیم کے مدارس (سکول و کالج) جا بجا کھل رہے ہیں۔ مسلمان اگر واقعی ترقی کے خواہاں ہیں تو مسجدیں آباد کریں۔ دیانت و امانت صدق اور راستبازی میں اپنے اسلاف کا نمونہ بنیں۔ زیر دستوں اور ضعیفوں کی ہمدردی میں اپنی راحت سمجھیں۔ دینداروں سے محبت کریں اور جنہیں دینداری سے نفرت ہے انہیں اپنے اخلاقی دباؤ سے درست کریں۔ مہربانی کر کے سکولوں، کالجوں، لائبریریوں اور کلبوں کے لئے چندے مانگنے کو ترقی کی فہرست میں شمار نہ کرائیں۔

مسلمانو! ہوشیار ہو جاؤ اور ان لفظی ترقی کی پکار کرنے والوں پر اعتبار نہ کرو جن کے نزدیک ترقی کا معیار یہی ہے کہ سر پر انگریزی ٹوپی رکھ لیں، جانگیہ پہن لیں، عورتوں کے بال کٹوا دیں انہیں برہنہ پھرائیں اور اپنی مرضی سے انہیں موقع دیں کہ وہ غیروں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالیں۔ اس حیا سوز ترقی پر لعنت بھیجو۔ اسلامی آئین و وضع کو اختیار کرو جو اس وضع کیخلاف نظر آئے اس کو سمجھانے کی کوشش کرو۔ اگر تمہارا یہ دستور العمل رہا تو ان شاء اللہ بگڑے ہوئے سنبھل جائیں گے۔ خدا کرے کہ مسلمان اپنے دین کی حمایت و حفاظت کو ترقی سمجھے اور یہی ان کا نسب العین اور مطمع نظر ہو۔ آمین۔ (پردہ از مولانا ابوالبشیر محمد صالح صاحب، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صفحہ ۳۷ تا ۵۲ سے مختلف اقتباسات)

دیوبند مکتبہ فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی نظر میں

انگریزی نظام تعلیم

مدارس اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا بھی انگریزی میں مشغول ہونے سے لاکھوں' کروڑوں درجے بہتر ہے اسلئے گو لیاقت اور کمال حاصل نہ ہو لیکن کم از کم عقائد تو خراب نہ ہوں گے اور مسجد کی جاروب کشی اس وکالت اور بیرسٹری سے بہتر ہے جس سے ایمان میں تزلزل ہو اور خدا عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ اور بزرگان دین کی شان میں بے ادبی ہو جو انگریزی کا اس زمانہ میں اکثری بلکہ لازمی نتیجہ ہے۔ ہاں جس کو دین ہی جانے کا غم نہیں وہ جو چاہے کہے اور کرے۔

مزید سنئے:

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس وقت علوم دینیہ کے مدارس کا وجود مسلمانوں کے لئے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے فوق متصور نہیں۔ دنیا میں اگر اسلام کی بقا کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں کیونکہ اسلام نام ہے خاص عقائد اعمال کا' جس میں دیانت معاملات' معاشرات اور اخلاق سب داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ عمل موقوف ہے۔ علم پر اور علوم دینیہ کی بقا پر چند کہ فی نفسہ مدارس پر موقوف نہیں مگر حالات وقت کے اعتبار سے۔ ضرور مدارس پر موقوف ہے۔ (التہذیب' ص ۴۶)

دیوبندی شیخ الحدیث مولوی ادریس کاندھلوی کی نظر میں انگریزی نظام تعلیم

قرآن حدیث میں جہاں لفظ علم آیا ہے۔ اس سے مراد محض اور فقط علم دین ہے نہ کہ دنیاوی علوم وفنون وغیرہ آج کل بعض سکولوں اور کالجوں کی نمایاں دیواروں پر حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة (اور اطلبوا العلم ولو کان بالصین وغیرہ) لکھی جاتی ہے۔ میرے استاذ ومربی شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک اس حدیث کو سکولوں اور کالجوں پر لکھنا اور اس سے دنیاوی علوم مراد لینا اندیشہ کفر ہے۔ (دارالعلوم دیوبند' ص ۵۳۲)

انگریزی تہذیب ونظام تعلیم سکولیوں' کالجیوں کے ممدوح ڈاکٹر اقبال کی نظر میں

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف
خوش تو ہم بھی ہیں جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم تو سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ
آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تزلزل
دنیا تو ملی مگر طائر دین کر لیا پرواز
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
جس علم کی تاثیر زن ہوئی ہے زناں
کہتے ہیں اس علم کو ارباب نظر موت
چشمے بینہ سے جاری ہے جوے خون
علم حاضر سے ہے دین زار وزبوں
آہ مکتب کا جواں گرم خون
ساحر فرنگ کامید زبوں
لڑکیاں پڑھنے لگی انگریزی
ڈھونڈی قوم نے فلاح کی راہ
روشن مغرب ہے پیش نظر

واضح مشرق کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈرامہ دیکھائے گا کیا سین
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

معروف شاعر اکبر الٰہ آبادی کی نظر میں انگریزی نظام تعلیم

انگریزی تہذیب اور علی گڑھ کالج

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجی
کالج و سکول کی ہر طرف بجتی ہے تو مڑی
چار دونی آٹھ ہیں اور فوکس معنی لومڑی
مسلمانوں کا وہ آئین طبع مستقل بدلا
چھٹی عربی گیا قرآن زباں بدلی تو دل بدلا
پروفیسروں سے ہمیں کچھ نہیں حاصل اکبر
دل عاشق میں سماتی نہیں سکول کی بات
علی گڑھ کو شرف بخشا ہے اقبال نصاریٰ نے
کہ جو مسلم اٹھا شوق ترقی میں یہیں آیا
پردہ اٹھا ہے ترقی کا یہ سامان تو ہیں
جوریں کالج میں پہنچ جائیں گے غلماں تو ہیں
تعلیم کو کیا واسطہ آدمیت سے
جناب ڈارون کو حضرت آدم سے کیا مطلب
ایمان بیچنے پر ہیں اب سب تلے ہوئے
لیکن خرید ہو جو علی گڑھ کے بھاؤ سے

مغربی تعلیم سے دل ایشیاء کا ہے ملول
کر دیا خلقت کو اس نے بے تمیز و بے اصول

مسجدیں سنسان ہیں اور کالجوں کی دھوم ہے
مسئلہ قومی ترقی کا مجھے معلوم ہے

نئی تہذیب میں دقت زیادہ تو نہیں ہوتی
مہذب رہتے ہیں قائم صرف ایمان جاتا ہے

ولولے لے کر نکلے کالج کے جواں
شرم مشرق کے عدو شیوا مغرب کے شہید

اپنی ہی یہ خطا ہے ہم نے خوب جانچا
لڑکے ڈھلے ہیں ویسے جیسا بنا تھا سانچہ

دین کی الفت دلوں سے ان کے یوہی گرمٹی
مسلم اٹھ جائیں گے رہ جائیگی یونیورسٹی

قارئین! اگلے صفحات پر آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ سرسیّد احمد خان نے دین اسلام کے بنیادی عقائد ضروریات دین کی کیسے دھجیاں بکھیری ہیں اور اللہ سبحانہ اور انبیاء واولیاء کے بارے میں کیسے نازیبا اور گستاخانہ الفاظ کہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرسیّد احمد خان کی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں

(۱) سرسیّد نے مسئلہ تقدیر کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ
تقدیر کا مسئلہ اگر صحیح ہو تو جو کام حضرت نے خود کئے ہیں اس کی سزا دوسروں کو دی جائیگی۔ (خودنوشت سرسیّد، ص ۶۵)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ سرسیّد کے نزدیک اللہ تعالیٰ اپنے افعال کی سزا مخلوق کو دے رہا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

(۲) خدا نہ ہندو ہے نہ عرفی، مسلمان نہ مقلد، نہ لامذہب نہ یہودی، نہ عیسائی وہ تو پکا ہوا نیچری ہے۔ (خودنوشت، ص ۶۳)

(۳) اگر کوئی کہے کہ تیرہ سو برس سے کسی نے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین یا علمائے مجتہدین و مفسرین نے یہ معنی نہیں کہے بلکہ خود خدا نے یہ معنی نہیں سمجھا جو تم کہتے ہو تو ہم ادب سے عرض کریں گے کہ ہم کو اس دلیل سے معاف رکھئے۔

(خودنوشت، ص ۸۴)

گویا کہ سرسیّد کے کہنے کے مطابق جو معانی اس نے سمجھے پس وہ خدا نے بھی نہیں سمجھے۔ (استغفر اللہ تعالیٰ)

(۴) خدا سے غافل ہونا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ خود خدا ہمارے ایسا پیچھے پڑا ہے کہ اگر ہم چھوڑنا بھی چاہیں تو نہیں چھوٹتا۔ اسی طرح ہم بھی خدا کے ایسے پیچھے پڑے ہیں کہ اگر خدا خود چاہے تو ہم کو چھوڑ نہیں سکتا۔ (حیاتِ جاوید، ص ۷۲۹)

جب ہمارا دادا ابراہیم نیچری تھا تو ہم اس کی نہ خلف اولاد نہیں ہیں جو نیچری نہ ہوں۔ نیچر ہمارے خدا کا ہمارے باپ دادا کا تمغہ ہے۔ ہم نیچری ہمارا خدا نیچری ہمارے باپ دادا نیچری۔ اگر کوئی اس مقدس لفظ کو بری نیت سے استعمال کرتا ہے تو وہ جانے اور اس کا دین وایمان۔ (حوالہ: مضمون نیچر شائع شدہ ۱۲۹۶ء)

اس مقام پر سرسیّد کے رد میں مولانا طیب علی دانہ پوری صاحب کی تحقیق کا خلاصہ پیش خدمت ہے جس میں انہوں نے سرسیّد احمد خان علی گڑھی کی تفسیر القرآن میں پائے جانے والے اسلام کش نظریات کی نشاندہی کرتے ہوئے ان باطل نظریات کی خود تردید کی اور سرسیّد کے وارد کردہ شبہات کا خوب ازالہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

وجود جبریل اور قرآن مجید (وحی) کے کلام الٰہی ہونے کا انکار

سرسیّد احمد خان لکھتا ہے:

''خدا اور پیغمبر میں بجز اوس ملکہ نبوت کے جس کو ناموس اکبر اور زبان شرع میں جبریل کہتے ہیں اور کوئی ایلچی پیغام پہنچانے والا نہیں ہوا اس کا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کا دل ہی وہ ایلچی ہوتا ہے جو خدا کے پاس پیغام لے جاتا ہے اور خدا کا پیغام لے کر آتا ہے۔ وہ خود ہی وہ مجسم چیز ہوتا ہے جس میں سے خدا کے کلام کی آوازیں نکلتی ہیں وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہے جو خدا کے لئے بے حرف وصوت کلام کو سنتا ہے خود ہی اس کے دل سے فوارہ کی مانند وحی اٹھتی ہے اور خود ہی اس پر نازل ہوتی ہے۔ اسی کا عکس اس کے دل پر پڑتا ہے جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اور اس کو کوئی بلواتا نہیں بلکہ وہ خود ہی بولتا ہے اور خود ہی کہتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى جو حالات و واردات ایسے دل پر گزرتے ہیں وہ بھی بمقتضائے فطرت انسانی اور سب کے سب قانونِ فطرت کے پابند ہوتے ہیں وہ خود اپنا کلام نفسی ان ظاہری کانوں سے اسی طرح سنتا ہے جیسے کوئی دوسرا شخص اس سے کہہ رہا ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو ان ظاہری آنکھوں سے اس طرح پر دیکھتا ہے جیسے دوسرا شخص

اس کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ ان واقعات کے بتانے کو اگرچہ یہ قول یاد آتا ہے کہ
قدر ایں بادہ ندانی بخدا تا بہ چشی۔ مگر ہم بطور تمثیل کے گو وہ کیسی ہی کم رتبہ ہو اس کا ثبوت
دیتے ہیں۔ ہزاروں شخص ہیں جنہوں نے مجنونوں کی حالت دیکھی ہوگی وہ بغیر بولنے
والے کے اپنے کانوں سے آوازیں سنتے ہیں۔ تنہا ہوتے ہیں مگر اپنی آنکھوں سے اپنے
پاس کسی کو کھڑا ہوا باتیں کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔ وہ سب انہیں کے خیالات ہیں جو سب
طرف سے بے خبر ہو کر ایک طرف مصروف اور اس میں مستغرق ہیں اور باتیں سنتے ہیں
اور باتیں کرتے ہیں پس ایسے دل کو جو فطرت کی رو سے تمام چیزوں سے بے تعلق اور
روحانی تربیت پر مصروف اور اس میں مستغرق ہو ایسی واردات کا پیش آنا کچھ بھی خلاف
فطرت انسانی نہیں ہے ہاں ان دونوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلا مجنوں اور پچھلا پیغمبر گو کہ
کافر پچھلے کو بھی مجنوں بتاتے ہیں۔

(تفسیر القرآن، جلد اول، ص ۲۴-۲۵)

مندرجہ بالا عبارت سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) پیغمبروں نے اپنی امتوں کے سامنے جو کلام الٰہی پیش کیا وہ کلام الٰہی ہرگز نہ تھا
بلکہ وہ سب انہیں پیغمبروں کے دلوں کے خیالات تھے جو فوارے کے پانی کی طرح انہیں
کے قلوب سے جوش مار کر نکلے اور پھر انہیں کے دلوں پر نازل ہوگئے۔

(۲) جبریل کسی ہستی کا نام نہیں فرشتوں کا کوئی وجود نہیں بلکہ جیسے پاگل اپنی دماغی
بیماری کے سبب یہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس کوئی کھڑا ہوا مجھ سے باتیں کر رہا ہے اور
حقیقت میں وہاں کسی کا وجود نہیں ہوتا وہ سب اسی پاگل کے خیالات ہیں۔ اسی طرح
لوگوں کی روحانی تربیت میں مصروف ہونے کے سبب پیغمبر بھی سمجھتا ہے کہ میرے پاس
جبریل خدا کا یہ کلام لائے۔ فرشتوں نے خدا کا پیغام پہنچایا اور درحقیقت نہ جبریل کا وجود
ہے نہ کسی اور فرشتے کا بلکہ وہ سب اسی پیغمبر کے دل کے خیالات ہیں جو پیغمبر کو فرشتوں کی
شکل میں دکھائی دیتے ہیں۔

قارئین کرام! ذرا دیکھئے تو سہی کس طریقے سے سرسید احمد خان علی گڑھی نے انبیاء و
مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جھوٹا ثابت کیا کہ وہ اپنے دلوں کے خیالات کو کلام الٰہی کہا
کرتے تھے۔ قرآن مجید تورات زبور انجیل اور تمام کتب الٰہیہ کو معاذ اللہ انسانی خیالات
ٹھہرایا۔ وجود جبریل کا انکار کیا۔ فرشتوں کا انکار کیا۔ اب ان کفریات کے رد میں کونسی
آیت مبارکہ پڑھی جائے کیونکہ وحی کو تو وہ انسانی خیال کہہ چکا۔

جنت کا انکار اور جنت کی نعمتوں سے مذاق

سرسید احمد خان علی گڑھی اپنی تفسیر قرآن میں جنت کی حقیقت کا انکار کرتے ہوئے
لکھتا ہے:

''جنت یا بہشت کی ماہیت جو خدائے تعالیٰ نے بتلائی ہے وہ تو یہ ہے: فَلَا تَعْلَمُ
نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ کوئی نہیں
جانتا کہ کیا ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی راحت چھپا رکھی گئی ہے اس کے بدلے
میں جو وہ کرتے تھے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حقیقت بہشت کی فرمائی ہے کہ
بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند پر بیان کیا وہ یہ ہے قال اللّٰہ تعالیٰ
اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی
قلب بشر یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیار کی ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ
چیز جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہے اور نہ کسی کان نے سنی ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں
اس کا خیال گزرا ہے۔ پس اگر حقیقت بہشت کی یہی باغ اور نہریں اور موتی کے اور
چاندی سونے کی اینٹوں کے مکان اور دودھ شراب اور شہد کے سمندر اور لذیز میوے اور
خوبصورت عورتیں اور لونڈے ہوں تو یہ قرآن کی آیت اور خدا کے فرمودے کے بالکل
مخالف ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کو تو انسان جان سکتا ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ ویسی عمدہ
چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سنیں تو بھی ولاخطر علی قلب بشر
سے خارج نہیں ہوسکتیں عمدہ ہونا ایک اضافی صفت ہے اور جبکہ ان سب چیزوں کا نمونہ

دنیا میں موجود ہے تو اس کی صفت اضافی کو جہاں تک کہ ترقی دیتے جاؤ انسان کے دل
میں اس کا خیال گزر سکتا ہی نہیں حالانکہ بہشت کی ایسی حقیقت بیان ہوئی ہے کہ لاخطر علی
قلب بشر پس بہشت کی جو یہ تمام چیزیں بیان ہوئی ہیں درحقیقت بہشت میں جو قرۃ
اعین ہوگا اس کے سمجھانے کو بقدر طاقت بشری تمثیلیں ہیں نہ بہشت کی حقیقتیں۔

(تفسیر القرآن ص ۳۱)

پھر ص ۳۳، ص ۳۴ اور ص ۳۵ پر لکھتا ہے۔

یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا ہوئی ہے۔ اس میں سنگ مرمر کے اور موتی
کے جڑاؤ محل ہیں۔ باغ میں شاداب وسرسبز درخت ہیں۔ دودھ، شراب، شہد کی ندیاں بہہ
رہی ہیں ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے۔ ساقی ساقنیں نہایت خوبصورت چاندی کے
کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے ہاں کی گھوسنیں پہنتی ہیں شراب پلا رہی ہیں۔ ایک جنتی ایک
حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے۔ ایک نے ران پر سر دھرا ہے۔ ایک چھاتی سے لپٹا
رہا ہے۔ ایک نے لب جاں بخش کا بوسہ لیا ہے۔ کوئی کسی کونے میں کچھ کر رہا ہے، کوئی کسی
کونے میں کچھ۔ ایسا بیہودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ
ہمارے خرابات اس سے ہزار درجے بہتر ہیں۔ علمائے اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے بسبب
اپنی رقت قلبی اور توجہ الی اللہ اور خوف و رجا کے غلبے کے جو آدمی کے دل پر زیادہ اثر
کرنے سے ایسے درجے پر پہنچا دیتا ہے کہ اصل حقیقت کے بیان کرنے کی جرات نہیں
رہتی۔ یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جو امر الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے اسی کو تسلیم کرلیں اور اس کی
حقیقت اور اس کے مقصد کو خدا کے علم پر چھوڑ دیں۔ اس واسطے وہ بزرگ ان تمام باتوں
کو تسلیم کرتے ہیں جن کو کوئی بھی نہیں مان سکتا اور وہ باتیں جیسے کہ عقل اور اصل مقصد بانی
مذہب کے برخلاف ہیں ویسے ہی مذہب کی سچائی اور بزرگی اور تقدس کے برخلاف
ہیں۔ اس امر کے ثبوت کے لئے بانی مذہب کا ان چیزوں کے بیان کرنے سے صرف
اعلیٰ درجے کی راحت کا بقدر فہم انسانی خیال پیدا کرنا مقصود تھا نہ واقعی ان چیزوں کا

بہشت میں موجود ہونا ایک حدیث کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو ترمذی نے بریدہ رضی
اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس میں بیان ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے پوچھا کہ بہشت میں گھوڑا بھی ہوگا۔ آپ نے فرمایا: تو سرخ گھوڑے پر سوار ہو
کر جہاں چاہے گا اڑتا پھریگا۔ پھر ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت وہاں اونٹ بھی ہوگا۔
آپ نے فرمایا کہ وہاں جو کچھ چاہو گے سب کچھ ہوگا۔ پس اس جواب سے مقصود یہ نہیں
ہے کہ درحقیقت بہشت میں گھوڑے اور اونٹ موجود ہونگے بلکہ صرف ان لوگوں کے
خیال میں اس اعلیٰ درجے کی راحت کے خیال کا پیدا کرنا ہے جو ان کے خیال اور ان کی
فہم وعقل وطبیعت کے مطابق اعلیٰ درجے کی ہوسکتی تھی۔

نیز:

حکمائے الٰہی اور انبیاء ربانی دونوں ایک سا کام کرتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ حکماء
صرف ان چند لوگوں کو تربیت کرسکتے ہیں جن کا دل و دماغ تربیت پا چکا ہے۔ برخلاف
اس کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام کا خدا نام کو تربیت کرتے ہیں جن کا بہت بڑا حصہ
قریب کل کے محض ناتربیت یافتہ جاہل وحشی جنگلی بدوی بے عقل بد دماغ ہوتا ہے اور اسی
لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ ان حقائق و معارف کو جن کو
تربیت یافتہ عقل بھی مناسب غور وفکر وتامل سے سمجھ سکتی ہے۔ ایسے الفاظ میں بیان کریں
کہ تربیت یافتہ دماغ اور کوڑ مغز دونوں برابر فائدہ اٹھائیں۔ قرآن مجید میں جو بے مثل
چیز ہے وہ یہی ہے کہ اس کا طرز بیان ہر ایک کے مذاق اور دماغ کے موافق ہے اور
باوجود اس قدر اختلاف کے دونوں نتیجہ پانے میں برابر ہیں۔ انہیں آیات کی نسبت دو
مختلف دماغوں کے خیالات پر غور کرو۔ ایک تربیت یافتہ دماغ خیال کرتا ہے کہ وعدے
بہشت کے جن الفاظ سے بیان ہوئے ہیں ان سے بعینہ وہ اشیاء مقصود نہیں بلکہ اس کا
بیان کرنا صرف اعلیٰ درجے کی خوشی اور راحت کو فہم انسانی کے لائق تشبیہ میں لانا ہے۔
اس خیال سے اس کے دل میں ایک بے انتہا عمدگی نعیم جنت کی اور ایک ترغیب اور امر

کے بجالانے اور نواہی سے بچنے کی پیدا ہوتی ہے اور ایک کوڑ مغز ملا یا شہوت پرست زاہد
یہ سمجھتا ہے کہ درحقیقت بہشت میں نہایت خوبصورت ان گنت حوریں ملیں گی۔ شرابیں
پئیں گے، میوے کھائیں گے، دودھ، شہد کی ندیوں میں نہائیں گے اور جو دل چاہے گا وہ
مزے اڑائیں گے اور اس لغو و بیہودہ خیال سے دن رات اوامر کے بجالانے اور نواہی
سے بچنے میں کوشش کرتا ہے اور جس نتیجے پر پہلا پہنچا تھا اسی پر یہ بھی پہنچ جاتا ہے اور کافہ
انام کی تربیت کا کام بخوبی تکمیل پاتا ہے پس جس شخص نے ان حقائق قرآن مجید پر جو
فطرت انسانی کے مطابق ہیں، غور نہیں کیا اس نے درحقیقت قرآن مجید کو مطلق نہیں سمجھا
اور اس نعمت عظمیٰ سے بالکل محروم رہا۔

نیز ص ۳۶ پر لکھتا ہے:

بعض ہمارے علمائے اسلام نے بھی متشابہا کی تفسیر میں ثمر سے درختوں کے میوے
مراد نہیں لئے۔ بیضاوی میں لکھا ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جو لذت دنیا میں خدا
کی معرفت اور اس کی اطاعت میں چکھی تھی تو جنت میں وہ لذت بڑھ کر ہوگی۔ اس لئے
ان الفاظ سے کہ یہ وہی ہے جو ہم کو پہلے ملا تھا ثواب مراد ہو سکتا ہے اور ایک ہی ہونے
سے بزرگی اور علو مدارج میں ایک سا ہونا مراد ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کہ کافروں
کے حق میں کہا گیا ہے کہ چکھو جو تم جانتے تھے۔ تفسیر کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ جنت و
نار کی جو چیزیں بیان ہوئی ہیں وہ سب تمثیلیں ہیں نہ حقیقتیں تاکہ جو چیز ہمارے پاس ہے
اس سے اس چیز کا جو ہم سے پوشیدہ ہے کچھ خیال ہو۔

سرسیّد احمد خان کی ان ناپاک عبارتوں کے کفر گنوانے سے پہلے ہم اپنے مسلمان سنی
بھائیوں کو یہ باتیں بتائیں کہ پیر نیچر سرسیّد نے ان نجس عبارتوں میں بھولے بھالے
سیدھے سادے مسلمانان اہلسنّت کو کیسے کیسے فریب اور دھوکے دیئے ہیں۔

اولاً...... آیت کریمہ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ
جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝ کا مطلب یہ بیان کیا کہ جنت کی کسی چیز کی حقیقت و

ماہیت کسی کو کچھ بھی کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتی حالانکہ آیت مبارکہ کا ترجمہ یہ ہے۔
تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے۔ صلہ ان
کے کاموں کا (ترجمہ رضویہ)

اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جنت اور اس کی نعمتیں عالم شہادت میں سے نہیں دنیا میں
لوگ اس کی کسی نعمت کو اپنے حواس سے یا اپنی عقلوں سے سوچ سمجھ کر معلوم نہیں کر سکتے۔
مسلمان جن جنت کی نعمتوں پر ایمان رکھتے ہیں ان کو انہوں نے نہ تو اپنے حواس سے
معلوم کیا ہے نہ اپنی عقل سے سوچ سمجھ کر ان کی حقیقت کو دریافت کیا ہے بلکہ یا تو ان کا
بیان خود اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ نے دیا ہے۔ یا رسول اکرم مطلع علی الغیوب صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے غلاموں اپنے نام ہوؤں کو سنایا ہے مگر پیر نیچر نے اس کا مطلب یہ گڑھ
لیا کہ جنت کی نعمتوں کا علم کسی شخص کو کسی طرح کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

ثانیاً...... بے شک قرآن مجید میں فرمایا کہ کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھوں کی
ٹھنڈک جنتیوں کے لئے چھپا رکھی گئی ہے اور بے شک حدیث شریف میں ہے:

قال الله تعالىٰ اعددت لعبادی الصالحين ما لا عين رات ولا
اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر اقرؤا ان شئتم فلا تعلم
نفس ما اخفی لهم من قرة اعين۔ (بخاری جلد ۲ ص ۷۰۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمت مہیا کر رکھی
ہے جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی آدمی کے دل پر اس کا خیال گزرا
اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ
یعنی کوئی شخص نہیں جانتا جو آنکھوں کی ٹھنڈک اہل بہشت کے لئے چھپا رکھی ہے اور بے
شک اہل جنت کی آنکھوں کی سب سے بڑی ٹھنڈک جو ان کے لئے چھپا رکھی گئی ہے
جس کو دنیا میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خطرہ
گزرا۔ وہ ان کے مالک رب کریم جل جلالہ کا جمال ہے۔ جو جنت میں ان کے لئے جلوہ

فرمائے گا اور ہمارے آقا ہمارے مالک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ اپنے رب جل جلالہ کو دومرتبہ دیکھا لیکن اللہ عزوجل کی ذات وصفات کا احاطہ تو ممکن ہی نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو ان سب جنتیوں کے سردار ہیں جن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی گئی ہے تو خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں اپنے رب جل جلالہ کے جمال کی وہ تجلیات دیکھیں گے جو شب معراج بھی نہ دیکھی ہوں گی اور نہ حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر ان کا خطرہ (خیال) گزرا ہوگا بلکہ تجلیات الٰہیہ تو اللہ عزوجل کے نیک بندوں کے لئے ابدالآباد تک ہمیشہ ہمیشہ بڑھتی رہیں گی اور ہمارے آقا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ عزوجلہ کے خواص عباد صالحین کے درمیان وہی نسبت ہمیشہ رہے گی جو آج ہے تو جنت میں جمال الٰہی کی جو تجلیات حضور اقدس محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں اور نام لیواؤں کو ابدالآباد تک ہمیشہ ہمیشہ حاصل ہوتی رہیں گی۔ ان کو آج کوئی شخص بھی نہیں جانتا نہ کسی آنکھ نے ان کو دیکھا ہے نہ کسی کان نے ان کو سنا ہے، نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خطرہ (خیال) گزرا ہے۔

آیت مبارکہ اور حدیث کریم کے یہ معنی کس قدر صاف وواضح تھے لیکن پیر نیچر سر سیّد احمد خان نے حدیث شریف کے معنی بگاڑ کر اس کا مطلب گڑھ دیا کہ جنت کی کسی نعمت کا خیال بھی کسی شخص کے دل میں نہیں آسکتا ہے اور جنت کی کسی نعمت کو کسی طرح کوئی انسان جان ہی نہیں سکتا۔ اب کوئی بندہ خدا اس مرتد اکفر سے پوچھنے والا نہیں کہ جب تو یہ خود ہی کہتا ہے کہ جس چیز کا نمونہ دنیا میں موجود ہے اس کی صفت اضافی کو جہاں تک ترقی دیئے جاؤ انسان کے دل میں اس کا خطرہ گزر سکتا ہے۔ لہٰذا اس جنس کی ایسی عمدہ نعمت مراد نہیں ہوسکتی جس کی اعلیٰ درجے کی عمدگی نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خطرہ گزرا تو خود تو جنت اور اس کی نعمتوں کی صرف

اس قدر حقیقت گڑھی کہ خدا کی معرفت اور اس کی اطاعت کو جو لذت دنیا میں چکھی تھی آخرت میں وہ لذت بڑھ کر ہوگی۔ یہ لذت بھی جب دنیا میں انسان نے چکھ لی تو خود تیرے ہی اقرار سے اس کی صفت اضافی کو جہاں تک ترقی دیتے جاؤ انسان کے دل پر اس کا خطرہ گزر سکتا ہے اور تیرے ہی اقرار سے ایسی نعمت مراد نہیں ہوسکتی جس کا انسان کے دل پر خطرہ (خیال) گزر سکتا ہو تو خود تیرے ہی اقرار سے تیری گھڑی ہوئی یہ حقیقت بھی ہرگز مراد نہیں ہوسکتی۔

ثالث...... حضرات ائمہ دین مفسرین اور محدثین اور علماء کاملین رحمۃ اللہ علیہم جو قاطبۃ بالاجماع والاتفاق جنت کی ان نعمتوں کا برابر بیان فرماتے چلے آئے جو قرآن کریم کی صدہا آیات مبارکہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہزارہا احادیث کریمہ میں بتفصیل بیان فرمائی گئی ہیں تو ان سب حضرات کو یہ پیر نیچر سر سیّد اس طرح جھٹلاتا ہے کہ ان کے قلوب نرم تھے ان کے دلوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف توجہ کرنا چھا گیا تھا ان کے قلوب پر اللہ عزوجلہ کے قہر سے ڈرنے اور اس کی رحمت کی امید رکھنے کا غلبہ ہوگیا تھا اس لئے ان کو اصل حقیقت معلوم نہ ہوسکی اور اسی لئے وہ جنت کی ان نعمتوں پر ایمان رکھتے چلے آئے جو عقل کے بھی خلاف ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل مقصد کے بھی خلاف ہیں۔ مذہب کی سچائی کے بھی خلاف ہیں۔ بزرگی اور پاکبازی کے بھی خلاف ہیں۔ اب کوئی اس مرتد اکفر سے پوچھنے والا نہیں کہ جب توجہ الی اللہ اور اللہ عزوجلہ کے قہر کا خوف اور اس کی رحمت کی امید یہ ایسی چیزیں ہیں جن کے سبب اصل حقیقت معلوم نہیں ہوسکتی تو تجھے جنت کی نعمتوں کی اصل حقیقت کا علم کیونکر ہوگیا۔ کیا خود تیرے ہی اقرار سے ثابت نہ ہوگیا کہ تو نے جنت کی نعمتوں کے معانی کی جو یہ تحریف کی ہے اس کا سبب یہی ہے کہ تیرے دل پر قہر الٰہی سے بے خوفی اور رحمت خداوندی سے ناامیدی اور توجہ الی الشیطن کا غلبہ ہے۔ ہر مسلمان خود ہی انصاف کرے گا کہ جو معنی قہر الٰہی سے بے خوفی اور رحمت الٰہی سے ناامیدی اور

توجہ الی الشیطن کے سبب گڑھے گئے ہیں ان کو تسلیم کرنے والا نہ ہوگا مگر کافر بے ایمان بندہ شیطن والعیاذ باللہ الملک الدیان۔

پھر پیر نیچر کا ظلم عظیم تو دیکھو۔ کہتا ہے کہ توجہ الی اللہ اور اللہ عزوجلہ کے قہر سے ڈرنا اور اس کی رحمت کی امید رکھنا یہ ایسی چیزیں ہیں کہ جب انسان کے دل پر غالب ہوتی ہیں تو اسکو بے عقل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل مقصد کا مخالف بنا دیتی ہیں اور اس کو مذہب کی سچائی اور بزرگی و پاک بازی سے دور ہٹا دیتی ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ ساڑھے تیرہ سو برس کے تمام علماء اسلام رضی اللہ عنہ کی مبارک شانوں میں تو سخت گندی گالی ہے ہی اللہ عزوجلہ کی بارگاہ میں بھی شدید گستاخی ہے۔

رابعا...... حد بھر کی بے ایمانی دیکھو حدیث شریف تو یہ نقل کی کہ

ان رجلا قال یارسول اللہ هل فی الجنة خیل قال ان اللہ ادخلك الجنة فلا تشاء ان تحمل فیها علی فرس من یاقوتة حمراء یطیر بك فی الجنة حیث شئت الا فعلت وساله رجل فقال یارسول اللہ هل فی الجنةمن ابل قال فلم یقل له ماقال لصاحبه فقال ان یدخلك اللہ الجنه یكن لك فیها ماشتهت نفسك ولذت عینك (جامع ترمذی)

یعنی ایک صاحب نے عرض کی یارسول اللہ! جنت میں گھوڑے ہیں۔ حضور مالک جنت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو جنت میں داخل کرے گا تو جب کبھی تو چاہے گا کہ سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہو جو تجھ کو جنت میں جہاں چاہے اڑاتا پھرے تو ایسا ہی تو کرے گا اور ایک اور صاحب نے عرض کی یارسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا جنت میں اونٹ ہیں۔ بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور مالک فردوس صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کو وہ جواب نہیں دیا جو پہلے صاحب کو دیا تھا بلکہ یوں فرمایا کہ اگر اللہ عزوجل تجھ کو جنت میں داخل کرے گا تو تیرے لیے جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جس کو تیرا جی چاہے گا اور جس سے تیری آنکھ کو لذت پہنچے گی۔

حدیث شریف کا واضح مطلب تو یہی ہے کہ جنت میں داخل ہونے والے جس قسم کی جو کچھ نعمتیں چاہیں گے ملیں گی۔ جب ایک صاحب نے عرض کی کہ جنت میں گھوڑے ہیں۔ ارشاد فرمایا: جنت میں اگر تم چاہو گے تو یاقوت سرخ کے اڑنے والے گھوڑے تم کو ملیں گے۔ اس پر دوسرے صاحب نے عرض کی کہ جنت میں اونٹ ہیں؟ اس کا جواب بھی اگر وہی عطا فرمایا جاتا جو پہلے صاحب کو عطا فرمایا گیا تو اس طرح تمام نعمتوں کے متعلق غیر متناہی سوالات کا سلسلہ شروع ہو جاتا لہٰذا حضور جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا وہ جواب عطا فرمایا جو اس سوال کا بھی جواب ہے اور اس قسم کے جس قدر سوالات ہو سکتے ہیں سب کا جواب ہے اور حضور مالک جنت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب وہی مضمون ہے جو خود اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ○ یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ○ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِیْنَ○ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ○ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ○ وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○ (سورۃ الزخرف آیت ۶۷ تا ۷۲)

گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار ان سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو! آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے داخل ہو جنت میں تم اور تمہاری بیبیاں تمہاری خاطریں ہوتیں۔ ان پر دورہ ہوگا سونے کے پیالوں اور

جاموں کا اور اس میں ہے جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذت پہنچے اور تم
اس میں ہمیشہ رہو گے اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کیے گئے اپنے
اعمال سے (ترجمہ رضویہ)

مگر مرتد اکفر نے اس کا مطلب یہ گڑھ دیا کہ جنت میں یہ سب نعمتیں نہیں ملیں گی
بلکہ صرف ایک اعلیٰ درجے کی روحانی راحت کا نام جنت ہے۔ پیارے سنی مسلمان
بھائیو! دیکھو تم کو بے دین بنانے کے لئے قرآن کریم وحدیث کریم کے ساتھ کیسی کیسی
کھیلیں کھیلی جارہی ہیں۔

من یضلل اللہ فمالہ من ھاد والعیاذ باللہ الملک الجواد

خامسا...... جب سرسیّد احمد خان پر یہ اعتراض وارد ہوا کہ اگر جنت اور اس کی
نعمتوں سے صرف ایک اعلیٰ درجے کی راحت روحانی ملنا مقصود تھا تو خدا اور رسول جل
جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ میں جنت کی
نعمتوں کی اس قدر تفصیلات کیوں فرمائیں۔ قرآن عظیم وحدیث کریم میں صرف اتنا ہی
کیوں نہیں فرما دیا کہ نیک کام کرنے والوں کو ایک اعلیٰ درجے کی روحانی راحت ملے گی
تو اس کا یہ ناپاک جواب دیتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو قرآن
پاک سنایا اور اپنی احادیث شریفہ بیان فرمائیں وہ شخص ناتربیت یافتہ، جاہل، وحشی، جنگلی،
بدوی، بے عقل، بددماغ اور کوڑ مغز تھے۔ وہ اعلیٰ درجے کی روحانی خوشی وراحت کے مفہوم
کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔ خود
اللہ عزوجل بھی ان کو اعلیٰ درجے کی روحانی خوشی اور راحت کے مفہوم کو نہیں سمجھا سکتا تھا۔
چنانچہ سرسیّد صفحہ ۳۲ پر لکھتا ہے:

"بہشت کی کیفیت یا لذت کا جس کو قرۃ اعین سے تعبیر کیا ہے۔ بیان کرنا
گو کہ خدا ہی اس کا بیان کرنا چاہے محال سے بھی بڑھ کر محال ہے اسی مجبوری
اور مشکل کے سبب اس اعلیٰ درجے کی روحانی راحت کو جو ان کے خیال اور

ان کی عقل وفہم وطبیعت کے مطابق اعلیٰ درجے کی ہوسکتی تھی اللہ تبارک
وتعالیٰ نے آیات کریمہ میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث
مبارکہ میں جنت کی نعمتوں کی یہ سب تفصیلات کی صورت میں بیان
فرمایا"۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

پیارے سنی مسلمان بھائیو! تمہارے دلوں میں ضروریات دینیہ کا انکار جمانے کے
لئے تمہارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور پیارے صحابۂ کرام واہل بیت عظام رضی
اللہ عنہم کو حتیٰ کہ خود تمہارے پیارے رب عزوجل کو کیسی کیسی گالیاں دی جارہی ہیں۔ اب
کوئی بندۂ خدا سرسیّد سے پوچھنے والا نہیں کہ جب بہشت کی کیفیت ولذت کے اصلی معنی
کو نہ تو علمائے اسلام رضی اللہ عنہم سمجھ سکے کیونکہ ان کے قلوب پر توجہ الی اللہ اور خوف
قہر الٰہی ورجاءِ رحمت رحمانی کا غلبہ تھا اور نہ حضرات صحابۂ کرام واہلبیت عظام رضی اللہ عنہم
سمجھ سکے کیونکہ وہ لوگ معاذ اللہ ناتربیت یافتہ، جاہل، وحشی، جنگلی، بدوی، بے عقل، بددماغ
اور کوڑ مغز تھے۔ نہ خود اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم ہی بہشت کی کیفیت ولذت کو
بیان کر سکے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کے لئے بہشت کی کیفیت ولذت کا بیان کرنا
محال سے بڑھ کر محال بتا چکا تو خود تو نے جنت کی کیفیت ولذت جو محض ایک اعلیٰ درجے
کی روحانی راحت بتائی۔ تجھے یہ حقیقت کیونکر معلوم ہوئی۔ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ
بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝

اب ان نیچریوں سے کون کہے کہ جب بہشت کی کیفیت ولذت کا بیان کرنا اللہ
عزوجل کے لئے بھی تمہارا پیر نیچر محال سے بڑھ کر محال کہہ چکا اور آپ خود اس کی
حقیقت بتادی کہ وہ ایک اعلیٰ درجے کی روحانی راحت کا نام ہے لہٰذا سرسیّد نے خود کو اللہ
تعالیٰ سے بھی بڑھ کر بتا دیا اور یہ بھی اس کا اور اس کے ماننے والوں کا ایک مستقل کفر
ملعون ہوا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سادسا

سرسیّد نے اپنے مدعائے باطل پر تفسیر بیضاوی کی یہ عبارت پیش کی:

"وان فلایۃمحملا اخروھوان مستلذات اھل الجنۃ فی مقابلۃ مارزقوافی الدنیا من المعارف والطاعات متفاوتۃ فی اللذۃ بحسب تفاوتھا فیحتمل ان یکون المراد من ھذا الذی رزقنا انہ ثوابہ ومن تشابھھما تما ثلھما فی الشرف والمزیۃ وعلوالطبقۃ فیکون ھذا فی الوعد نظیر قولہ تعالیٰ ذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ فی الوعید"۔

یعنی یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۝

اور (اے محبوب) خوشخبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں۔ جب انہیں ان باغوں میں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا صورت دیکھ کر کہیں گے یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے ملا تھا اور وہ صورت میں ملتا جلتا انہیں دیا گیا اور ان کے لئے ان باغوں میں ستھری بیبیاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ (ترجمہ رضویہ)

اس آیت کے ایک اور معنی بھی ہو سکتے ہیں اور وہ یہ کہ جنتیوں کی لذیز نعمتیں ان معارف وعبادات کے مقابلے میں ہیں جن کی توفیق ان کو دنیا میں دی گئی تو وہ لذیز نعمتیں لطف ولذت میں باہم اس طرح تفاوت رکھتی ہیں جیسے ان معارف و طاعات کا باہم تفاوت ہے تو ہوسکتا ہے هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا سے یہ مراد ہو کہ جنت کی لذیز نعمتیں جو ہم کو

مل رہی ہیں یہ انہیں عبادات وطاعات ومعارف کا ثواب ہیں جن کی توفیق ہم کو دنیا میں دی گئی تھی اور ان لذیز نعمائے جنت کا ان طاعات ومعارف کے ساتھ ملتے جلتے ہونے سے ان کا شرف ومرتبہ وعلودرجات میں ان کا مثل ہونا مراد ہو تو یہ فرمان الٰہی وعید میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی نظیر ہوگا جو کفار سے وعید میں فرمایا گیا کہ چکھو اسکا عذاب جو تم کرتے تھے۔اس طرح سرسیّد نے اپنے مدعا پر تفسیر کشف الاسرار کی یہ عبارت پیش کی۔

"واعلم ان اللہ تعالیٰ خاطبنا بالامثال لید لنا علی الحاضر عندہ بالحاضر عندنا فالا سماء متفقۃ فی الدلالۃ والمعانی مختلفۃ ولولا ذلک لما بقی فی النار شی من شجرۃ الزقوم والسلاسل وغیرذلک بل کانت تاکلہ النار وما فی الجنۃمن فرشھا وانھارھا کذلک فھو مثل فقط"

اور یہ بات معلوم کرلو کہ اللہ تعالیٰ نے تمثیلی بیانوں کے ساتھ ہم سے مخاطبہ فرمایا ہے تا کہ جو عقوبات ولذائذ ہمارے سامنے موجود ہیں انہیں کے ذریعے سے ہم کو ان تکلیفوں اور نعمتوں کا علم عطا فرمائے جو اس کے کافر ومومن بندوں کے لیے اس کے یہاں ہیں تو دنیا وآخرت کی تکلیف وہ چیزوں اور لذیز نعمتوں کے نام ایک جیسے ہی ہیں اور معانی میں باہم اختلاف ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا اور دنیا میں جس طرح کی چیزوں کے یہ نام ہیں بالکل ایسی ہی چیزوں کے یہ نام آخرت میں بھی ہوتے تو دنیا کا تھوہڑ کا درخت اور دنیا کی یہ زنجیریں وغیرہ کوئی چیز جہنم میں باقی نہ رہتی بلکہ ان سب چیزوں کو آگ کھا جاتی اور جنت میں جو کچھ اس کے بچھونے اور نہریں ہیں وہ بھی دنیا کی نعمتوں کے ساتھ صرف تمثیلی ہے۔تفسیر بیضاوی کی عبارت منقولہ کا مفاد صرف اس قدر ہے کہ ایمان اور ایک عمل صالح کے بدلے میں جنت کا الگ الگ ایک ایک پر لطف میوہ اور بہشت کی علیحدہ علیحدہ ایک ایک لذیز نعمت ہے۔

تو كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ

وَاُتُوْا بِہٖ مُتَشَابِھًا کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جب اہل جنت کوئی بہشتی میوہ کھائیں گے تو کہیں گے کہ یہ فلاں عمل صالح کا بدلہ ہے اور جس درجہ و مرتبہ کا وہ عمل صالح ہوگا اسی درجہ و مرتبہ کی لذت اس جنتی میوے میں ہوگی۔ اسی طرح کافروں کے کفر اور ان کے ہر ایک عمل بد کے بدلے میں جہنم کی الگ الگ ایک ایک عقوبت اور دوزخ میں علیحدہ علیحدہ ایک ایک عذاب ہوگا تو جب کفار کو جہنم کا کوئی عذاب دیا جائے گا ان سے فرشتے کہیں گے کہ یہ اپنے فلاں عمل بد کا عذاب چکھو اور جس درجے و مرتبے کا وہ عمل برا ہوگا ویسی ہی مرتبے درجے کی تکلیف بھی اس عقوبت میں ہوگی مگر سرسیّد نے یہ عبارت بیضاوی نقل کر کے اس کا یہ کفری مطلب گڑھ دیا کہ نہ جنت میں میوے اور نہریں اور حور و قصور و غلمان ہیں نہ درحقیقت جنت کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں عمل صالح کرنے میں روح کو جو فرحت و راحت حاصل ہوئی تھی بس اسی روحانی راحت کے اعلیٰ درجے پر حاصل ہونے کا نام جنت ہے یہ ہے سرسیّد کی دزدی و دلاوری و بکف چراغی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اسی طرح سرسیّد نے تفسیر کشف الاسرار کی جس قدر عبارت نقل کی اس کا مطلب بھی صرف اسی قدر ہے کہ دوزخ میں کفار کے لئے جن تکلیف دینے والی چیزوں کا ذکر ہے ان کی وہی حقیقتیں مراد نہیں جو ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کیونکہ مثلاً دنیا میں جو تھوہڑ کا درخت ہے وہ آگ میں جل جاتا ہے مگر جہنم میں کافروں کے لئے جو تھوہڑ کا درخت ہے وہ جہنم کی آگ میں نشو و نما پاتا ہے۔ دنیا میں جو زنجیریں ہیں وہ آگ میں پگھل کر فنا ہو جاتی ہیں مگر کافروں کو جہنم کی جن زنجیروں میں پرو یا جائے گا وہ خود آگ ہی کی بنی ہوئی ہوں گی۔ اس طرح جنت کے جن میووں اور بہشت کی جن لذیذ نعمتوں کا ایمان والوں کے لئے قرآن عظیم و حدیث کریم میں بیان ہے ان کی بھی وہ حقیقتیں مراد نہیں جو دنیا میں ہمارے سامنے ہیں کیونکہ مثلاً دنیا کا دودھ گائے بھینس بکری اونٹنی وغیرہ جانوروں کے تھنوں سے حاصل ہوتا ہے مدت گزرنے پر بگڑ جاتا ہے۔ جنت میں دودھ کی نہریں بہہ رہی ہیں جنت کے دودھ کا کبھی مزہ نہیں بگڑتا۔ دنیا کی شراب

پھلوں کو نچوڑ کر اس کو سڑا کر بنائی جاتی ہے۔ بدبودار نشہ آور ہوتی ہے جنت میں شراب کی نہریں جاری ہیں۔ جنت کی شراب مشک سے زیادہ خوشبودار پاکیزہ اور نشاط بخش ہے اس میں مطلقاً نشہ نہیں۔ دنیا کی نہریں زمین کی گہرائیوں میں بہتی ہیں جنت کی نہریں زمین سے اوپر بہتی ہیں جہاں جنتی چاہے گا وہیں پر بہتی ہوئی پہنچیں گی۔

دنیا کا شہد مکھیوں کے چھتے سے حاصل ہوتا ہے پھر اس میں موم اور کوڑا کرکٹ بھی ملا ہوتا ہے جنت میں شہد کی بھی نہریں بہتی ہیں جنت کا شہد بالکل صاف خالص اور پاک ہے۔ دنیا کی عورتیں دنیا میں حیض و نفاس سے ملوث ہوا کرتی ہیں ان کی ناک سے رینٹھ کان سے میل بدن سے میل کچیل خارج ہوتا ہے۔ جنت کی حور عین ان سب آلودگیوں سے ہمیشہ پاک و صاف رہیں گی۔ دنیا کی عورتیں بڈھی ہو جاتی ہیں' بیمار ہوتی ہیں جنت کی عورتیں نہ کبھی بڈھی ہوں گی نہ بیمار پڑیں گی تو خلاصہ یہ ہوا کہ جنت کے دودھ شہد بہشت کی شراب نہروں اور عورتوں کا نام تو وہی دودھ شہد شراب نہر اور عورت ہی ہے مگر وہاں کے دودھ شہد وہاں کی شراب اور نہروں اور عورتوں کی کیفیت دنیا کی نہروں عورتوں اور شراب اور دنیا کے دودھ اور شہد سے بالکل علیحدہ ہے اور اسی بیان پر جنت کی دوسری لذیذ نعمتوں اور بہشت کے لطیف میووں کو قیاس کر لیا جائے اسی طرح جہنم میں جو تھوہڑ کا درخت اور زنجیریں اور سانپ اور بچھو وغیرہ ہیں ان کے نام تو یہی تھوہڑ کا درخت اور زنجیریں اور سانپ بچھو وغیرہ ہیں لیکن دوزخ کے تھوہڑ کے درخت اور زنجیریں اور سانپ بچھو وغیرہ کی حقیقتیں دنیا کی زنجیروں اور دنیا کے تھوہڑ کے درخت اور دنیا کے سانپ بچھو وغیرہ کی ماہیتوں سے بالکل علیحدہ ہیں مگر سرسیّد نے تفسیر کشف الاسرار کی عبارت کا یہ کفری مطلب گڑھ دیا کہ نہ دوزخ میں سانپ' بچھو اور زنجیریں اور تھوہڑ کے درخت ہیں' نہ دوزخ کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جو کلفت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانی اذیت کا اعلیٰ درجے پر محسوس ہونا دوزخ اور جہنم ہے اور نہ جنت میں میوے ہیں نہ باغ ہیں نہ محل ہیں نہ نہریں ہیں نہ حوریں ہیں نہ غلمان ہیں نہ جنت کا کوئی

وجود خارجی بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جو راحت روح کو ہوئی اسکا اعلیٰ درجے پر محسوس کرنا جنت ہے۔ یہ ہے سرسیّد کی چوری اور سینہ زوری۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اب اس مرتد اکفر کو کون بندہ کہے کہ جب تیرے نزدیک تمام مفسرین عظام و محدثین کرام وعلمائے اسلام رضی اللہ عنہم کے قلوب پر توجہ الی اللہ اور خوف قہر الٰہی وامید رحمت الٰہی کا اس قدر غلبہ تھا کہ ان کو اصل حقیقت معلوم ہی نہ ہوسکی تو پھر تجھ کو کیا حق ہے کہ بھولے بھالے سیدھے سادھے مسلمانان اہلسنّت کو دھوکے دینے کے لئے تفسیر بیضاوی وتفسیر کشف الاسرار کی عبارتین پیش کرے، مکر ہے یہی کہ اِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ۝ والعیاذ باللہ تعالیٰ ذی العزۃ والجلال

سابعاً

سرسیّد نے ان دغابازیوں اور جعلسازیوں کے علاوہ ایک نہایت ناپاک شرارت یہ بھی کی ہے کہ سادہ لوح سنی مسلمانوں کو جنت کی طرف سے تنفر کرنے کے لئے جنت کی نعمتوں پر تمسخر اڑایا ہے۔ تمام نیچری اکٹھا ہو کر جواب دیں کہ کسی حقیقت واقعیہ کا مذاق بنانے کسی واقعۂ صحیحہ پر نہایت مکروہ اور گندے الفاظ میں ٹھٹھے لگانے سے کیا اس کا فی الواقع ابطال ہو جاتا ہے اور جن خادموں اور کنیزوں سے خدمت لینا شرعاً وعقلاً ہر طرح جائز ہو ان سے خدمت لینا یا اپنی جائز وحلال بیبیوں سے معاملات زوجیت برتنا یا پینے کی جس چیز کا صرف نام ہی شراب ہو لیکن دینوی شراب کی کوئی خباثت کوئی برائی اس میں نہ ہو نہ وہ نشہ لانے والی ہو نہ عقل زائل کرنیوالی ہو نہ حواس میں تغیر پیدا کرنیوالی ہو بلکہ پاکیزگی ولطافت کو اور زیادہ بڑھانے والی ہو اس کا استعمال کرنا کیا کچھ عیب ہے اور اگر نہیں تو اگرچہ ہمیں یہ گندا ناپاک انداز بیان ہرگز پسند نہیں نہ ہرگز کسی شریف آدمی کو پسند ہوگا لیکن مدعیان تہذیب جدید کے اس مصلح اعظم کہلانے والے پیر نیچر سے یہ شستہ

شائستہ انتہائی مہذبانہ شریفانہ انداز گفتگو سیکھ کر اگر کوئی شخص یوں لیکچر دیتا پھرے کہ یہ سمجھنا کہ پیر نیچر کے والد بزرگوار نے ان کی مادر مہربان کے ساتھ معاملات مجامعت کیے ہوں گے کبھی ان کے گلے میں ہاتھ ڈال کر پڑ گئے ہوں گے کبھی ان کی ران پر سر دھرا ہوگا کبھی انکو چھاتی سے لپٹایا ہوگا کبھی ان کے لب جان بخش کا بوسہ لیا ہوگا کبھی اپنے مکان کے کسی کونے میں ان کے ساتھ کچھ کرنے لگے ہوں گے اور کبھی کسی کونے میں کچھ کرنے لگے ہوں گے۔ ایسا بیہودہ پن کیا ہوگا جس پر تعجب ہوتا ہے اگر پیر نیچر کے والد بزرگوار اور ان کی مادر مہربان کے درمیان یہی معاملات ہوتے ہوں گے تو بے مبالغہ بازاری عورتوں اور ان کے آشناؤں کے حالات ان سے ہزار درجے بہتر ہیں تو نیچر پرست مدعیان تہذیب جدید پہلے تو یہ بتائیں کہ ایسا کہنے والے نے ان کے عظیم مصلح پیر نیچر اور ان کے والدین کی شان میں سخت توہین کی یا نہیں۔ اگر ہاں تو براہ انصاف یہ بھی فرمائیں کہ خود پیر نیچر نے جو اللہ عزوجل کی عظیم وجلیل نعمائے جنت کا بعینہ اسی انداز گفتگو میں مذاق اڑایا اس نے بھی ان ربانی نعمتوں کی شدید وبدترین توہین کی یا نہیں۔ اس کے بعد براہ مہربانی یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ اس شخص کے اس انداز بیان سے کیا پیر نیچر کے والد بزرگوار اور ان کی والدۂ مشفقہ کے درمیان جو تعلقات زوجیت قائم تھے ان کا فی الواقع ابطال ہو جائے گا؟ اور کیا اس شخص کی اس طرز گفتگو سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ پیر نیچر بغیر باپ کا بیٹا تھا؟ اور اگر نہیں تو خود پیر نیچر کے اس انداز کلام سے جنت کا اور جنت کی عظیم وجلیل الٰہی نعمتوں کا ابطال کیونکر ہوسکتا ہے لیکن بات یہی ہے کہ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ الرحیم الغفور

اب چند آیات قرآنیہ وفرامین ربانیہ کی تلاوت ہو جن سے پیر نیچر کے مکذب قرآن ومنکر ضروریات ایمان ہونے کی جلیل وروشن ترین وضاحت ہو۔ فاقول و باللہ العون والتوفیق۔

١۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ (سورۃ النحل آیت ۱۵-۱۶)

اور بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ضرور ہم انہیں جنت کے بالاخانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ہمیشہ ان میں رہیں گے کیا ہی اچھا اجر کام والوں کا وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ (ترجمہ رضویہ)

۲- اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ۝ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝

(سورۃ الصافات، آیت ۳۸تا۴۹)

بیشک تمہیں ضرور دکھ کی مار چکھنی ہے تو تمہیں بدلہ نہ ملے گا مگر اپنے کیے کا مگر جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں ان کے لئے وہ روزی ہے جو ہمارے علم میں ہے میوے اور ان کی عزت ہوگی چین کے باغوں میں۔ تختوں پر ہوں گے آمنے سامنے۔ ان پر دور ہوگا نگاہ کے سامنے بہتی شراب کے جام کا۔ سفید رنگ پینے والوں کے لئے لذت نہ اس میں خار ہے نہ اس سے ان کا سر پھرے اور ان کے پاس ہیں جو شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی۔ بڑی بڑی آنکھوں والی گویا انڈے ہیں پوشیدہ رکھے

ہوئے۔ (ترجمہ رضویہ)

۳- اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے:

هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝ مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝

(سورۃ ص آیت ۵۰تا۵۴)

یہ نصیحت ہے اور بے شک پرہیزگاروں کا ٹھکانہ بھلا۔ بسنے کے باغ ان کے لیے سب دروازے کھلے ہوئے اس میں تکیہ لگائے۔ ان میں بہت سے میوے اور شراب مانگتے ہیں اور ان کے پاس وہ بیبیاں ہیں کہ اپنے شوہر کے سوا اور کی طرف آنکھ نہیں اٹھاتیں ایک عمر کی یہ ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے حساب کے دن بے شک یہ ہمارا رزق ہے کبھی ختم نہ ہوگا۔

(ترجمہ رضویہ)

۴- اور اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ ۟ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ۝ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (سورۃ الدخان آیت ۵۰تا۵۷)

بے شک ڈر والے امان کی جگہ ہیں۔ باغوں اور چشموں میں پہنیں گے کریب اور قنادیز آمنے سامنے۔ یوہیں ہے اور ہم نے ان کو بیاہ دیا نہایت سیاہ روشن بڑی آنکھوں والیوں سے۔ اس میں ہر قسم کا میوہ مانگیں گے امن و

امان سے۔ اس میں پہلی موت کے سوا پھر موت نہ چکھیں گے اور اللہ عزوجل نے انہیں آگ کے عذاب سے بچالیا۔ تمہارے رب کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہے۔ (ترجمۂ رضویہ)

۵- اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ۝ فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَاهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝ وَأَمْدَدْنَاهُم بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ۝ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ۝ (سورۃ الطور، آیت ۱۷ تا ۲۴)

بے شک پرہیزگار باغوں اور چین میں ہیں۔ اپنے رب کی دین پر شاد شاد اور انہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچا لیا۔ کھاؤ اور پیو خوشگواری سے صلہ اپنے اعمال کا۔ تختوں پر تکیہ لگائے جو قطار لگا کر بچھے ہیں اور ہم نے انہیں بیاہ دیا بڑی آنکھوں والی حوروں سے اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی اور سب آدمی اپنے کئے میں گرفتار ہیں اور ہم نے ان کی مدد فرمائی میوے اور گوشت سے جو چاہیں۔ ایک دوسرے سے لیتے ہیں وہ جام جس میں نہ بیہودگی ہے نہ گنہگاری۔ اور ان کے خدمتگار لڑکے ان کے گرد پھریں گے گویا وہ موتی ہیں کہ چھپا کر رکھے گئے۔ (ترجمۂ رضویہ)

۶- اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ۝ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۝ وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۝ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۝

(سورۃ الغاشیۃ آیت ۸ تا ۱۶)

کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں اپنی کوشش پر راضی بلند باغ میں کہ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے۔ اس میں رواں چشمہ ہے اس میں بلند تخت ہیں اور چنے ہوئے کوزے اور برابر بچھے ہوئے قالین اور پھیلی ہوئی چاندنیاں (ترجمۂ رضویہ)

۷- اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ۝ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۝ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۝ وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۝ (سورۃ المطففین آیت ۲۲ تا ۲۸)

بے شک نیکوکار ضرور چین ہی میں تختوں پر دیکھتے ہیں تو ان کے چہروں میں چین کی تازگی پہچانے ستھری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی ہوئی ہوگی۔ اس کی مہر مشک پر ہے اور اسی پر چاہیے کہ للچائیں للچانے والے اور اس کی ملونی تسنیم ہے وہ چشمہ جس سے مقربان بارگاہ پیتے ہیں۔ (ترجمۂ رضویہ)

۸- اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۝ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوا

اِلٰی صِرَاطِ الْحَمِیْدِ○ (سورۃ الحج آیت ۲۳-۲۴)

بے شک اللہ داخل کرے گا انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں ہیں۔ ان میں پہنائے جائیں گے سونے کے کنگن اور موتی اور ان کی پوشاک وہاں ریشم ہے اور انہیں پاکیزہ بات کی ہدایت کی گئی ہے اور خوبیوں کی راہ بتائی گئی ہے۔ (ترجمۂ رضویہ)

۹- اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ (سورۃ محمد آیت ۱۵)

احوال اس جنت کا جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے۔ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو کبھی نہ بگڑے اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلا اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جس کے پینے میں لذت ہے اور ایسے شہد کی نہریں ہیں جو صاف کیا گیا اور ان کے لئے اس میں ہر قسم کے پھول ہیں اور ان کے رب کی مغفرت۔ (ترجمۂ رضویہ)

۱۰- اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ۗ وَّ حُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا○ (سورۃ الانسان آیت ۲۱)

ان (نیکوں) کے بدن پر ہیں کریب کے سبز کپڑے اور قنادیز کے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی۔ (ترجمۂ رضویہ)

اب جنت کی انہیں نعمتوں کا شمار کیجئے جن کی اجمالی تفصیل انہیں آیات کریمہ میں

بیان کی گئی ہے جنتیوں کو اونچے اونچے سرسبز و شاداب باغ دیئے جائیں گے ان میں ہر قسم کے میوے اور پھل ہوں گے ان باغوں میں ان کے رہنے کے لئے بالا خانے اور محل ہوں گے ان باغوں کے سب دروازے ان کے لئے کھلے ہوں گے۔ ان باغوں اور محلوں میں بلند تخت قطار لگائے ہوئے بچھے ہوں گے ان تختوں پر برابر برابر قالین بچھے ہوں گے۔ ان کے صحنوں میں چاندنیاں بچھی ہوں گی ان باغوں اور محلوں میں کبھی نہ بگڑنے والے پانی اور کبھی نہ بدلنے والے دودھ اور پینے والوں کو لذت دینے والی شراب اور پاک و صاف شہد کی نہریں اور بہنے والے چشمے ہیں وہ ان تختوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ان پر سونے چاندی کے جاموں کا دور ہوگا جن میں آنکھوں کے سامنے بہتی شراب سفید رنگ کی ہوگی جس میں مطلقاً نشہ نہ ہوگا نہ اس سے ان کا سر پھرے گا وہ نتھری ہوئی ہوگی جس کی مُہر مشک پر ہوگی اس کی ملونی تسنیم ہے۔ تسنیم ایک چشمہ ہے جس سے مقربان بارگاہ پئیں گے ان باغوں اور محلوں میں کوزے چنے ہوئے ہوں گے ان کو جیسے گوشت وہ چاہیں گے ملیں گے ان کو ہر گندگی و آلائش سے پاک اور ستھری بیبیاں بیاہ دی جائیں گی جو بڑی بڑی سیاہ روشن آنکھوں والی ہوں گی اپنے شوہر کے سوا دوسرے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گی وہ ایسی لطیف اور خوبصورت ہوں گی جیسے چھپا کر رکھے ہوئے انڈے اور ان سب کی عمریں باہم ایک سی ہوں گی جنت کی شراب میں نہ بیہودگی ہوگی نہ کوئی گناہ کی بات جنتیوں کو ریشمی کریب اور قنادیز کے سبز کپڑے اور موتی اور سونے چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے ان کی ایمان والی اولاد کو بھی ان سے ملا دیا جائے گا۔ چین کی تازگی ان کے چہروں سے روشن ہوگی وہ ہمیشہ انہیں باغوں میں اور انہیں محلات میں چین سے رہیں گے ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم و جلیل نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی وہ جنت میں کبھی کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے ان کی خدمت کے لئے نہایت خوبصورت لڑکے ہوں گے جیسے پوشیدہ رکھے ہوئے آبدار موتی وہ جنت میں جب بھی جو لذت جو مزہ جو نعمت چاہیں گے وہی ان کو ان کا رب تبارک و تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ ہر شئ

مسلمان ایمان و انصاف کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے کہ سرسیّد احمد خان نے ان آیات قرآنیہ کو منھ کھول کر کھلم کھلا جھٹلایا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ رب البرایا۔

سرسیّد احمد خان نیچری نے جنت اور اس کی نعمتوں کے متعلق کوڑ مغز ملا اور شہوت پرست زاہد کا جو تخیل گڑھا وہ ہرگز ملا یا زاہد کا گڑھا ہوا تخیل نہیں بلکہ اللہ عزوجل نے صدہا آیات کریمہ میں اور اس کے پیارے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزارہا احادیث مبارکہ میں اسی مضمون کو بہت تفصیل کے ساتھ صراحۃً بیان فرمایا ہے۔

اب بے دین نیاچرہ اور نیچر پرست کفار بتائیں کہ سرسیّد احمد خان نے کوڑ مغز ملا اور شہوت پرست زاہد کہہ کر کیا خود اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو سخت گندی سری ہوئی ناپاک گالیاں نہ دیں۔ مسلمان بھائیو! دیکھو یہ ہے نیچریوں کا مصلح اعظم اور نیچر پرستوں کا ریفارمر جو ملا اور زاہد کے پردے میں اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کو کھلم کھلا کیسی کھلی ہوئی گالیاں دے رہا ہے۔ آہ۔ آہ۔ آہ

الا لعنة الله على كل من سب الله اواهان حبيب الله وعلى حبيبنا ومحبوبنا هذا النبي الكريم واله وصحبه وابنه وحزبه أدوم السلام واتم الصلوٰة

فرشتوں کے وجود کا انکار

سرسیّد اپنی اسی کتاب میں صفحہ ۲۴۲ پر لکھتا ہے:

''جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہوسکتا بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور ان قویٰ کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کیے ہیں ملک یا ملائکہ کہا ہے جن میں سے ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے۔ پہاڑوں کی صلابت، پانی کی رقت، درختوں کی قوت نمو برق کی قوت جذب و دفع غرضیکہ تمام قویٰ جن سے مخلوقات موجود ہوئی ہیں اور جو مخلوقات میں ہیں وہی ملک و ملائکہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے انسان ایک مجموعہ قوائے ملکوتی اور قوائے بہیمی کا ہے اور ان دونوں قوتوں کی بے انتہا ذریات ہیں جو ہر ایک قسم کی نیکی و بدی میں ظاہر ہوتی ہیں اور وہی انسان کے فرشتے اور ان کی ذریات اور وہی انسان کے شیطان اور اس کی ذریات ہیں''۔

اس عبارت ملعونہ میں سرسیّد نے کھلم کھلا صاف صاف کہہ دیا کہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں جن فرشتوں کا بیان فرمایا ہے نہ ان کا کوئی اصلی وجود ہے نہ ان کا موجود ہونا ممکن ہے بلکہ اللہ تعالیٰ وتعالیٰ نے اپنی ہر ہر مخلوق میں جو مختلف قسم کی قوتیں رکھی ہیں جیسے پہاڑوں کی سختی، پانی کی روانی، درختوں کا بڑھنا، بجلی کا کسی چیز کو کھینچنا یا پھینکنا وغیرہ بس انہی قوتوں کا نام فرشتہ ہے۔ انسان میں جو نیکی کرنیکی قوتیں ہیں بس وہی اس کے

فرشتے ہیں اور آدمی کے اندر جو بدی کرنے کی قوتیں ہیں بس وہی آدمی کے شیاطین
ہیں۔ اس مفہوم کے سوا نہ کسی فرشتے کا کوئی وجود ہے نہ ابلیس کا نہ کسی شیطان کا۔ جو شخص
کفریات کثیرہ قطعیہ کے ارتکاب کرنے کے سبب خود ہی مجسم شیطان ہو اس سے اس کی
کیا شکایت کہ وہ شیطنیت اور ابلیسیت کے ساتھ اپنی شدت رقابت کے سبب اپنی ذات
سے علیحدہ نہ ابلیس کا وجود پسند کرے نہ اور کسی شیطان کا مگر ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا
مستقل وجود خارجی ہونا یونہی شیاطین وابلیس کا مستقل وجود خارجی کے ساتھ موجود ہونا
ضروریات دین میں سے ہے۔ قرآن پاک کی صدہا آیات مبارکہ میں اس کی تصریح اور
حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہزار ہا احادیث مقدسہ میں اس کی توضیح موجود مگر سر سیّد
نے اپنی اسی کتاب ''تفسیر القرآن'' کے صفحہ ۴۲، ۴۳، ۴۴ پر اپنے اس کفر ملعون میں بعض
حضرات اولیائے مکاشفین کو بھی سنانا چاہا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

''بعض اکابر اہل اسلام کا بھی یہی مذہب ہے جو میں کہتا ہوں اور امام محی الدین
ابن عربی نے فصوص الحکم میں یہی مسلک اختیار کیا ہے۔ شیخ عارف باللہ مؤید الدین
المعروف بالجندی نے جو مریدان خاص شیخ صدر الدین قونوی مرید امام محی الدین ابن
عربی سے ہیں۔ شرح فصوص الحکم میں فرشتوں کی نسبت بڑی بحث لکھی ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ
علیہ اپنی اصطلاح میں تمام عالم کو مجموع من حیث المجموع انسان کبیر کہتے ہیں اور انسان کو
انسان صغیر مقصود ان کا اس اصطلاح سے یہ ہے کہ انسان عالم کی ایک فرد ہے اور جس قدر
قویٰ انسان میں ہیں وہ جزئیات ہیں اور جو اس کے کلیات ہیں وہ انسان کبیر ہے اور
فرماتے ہیں کہ اس عالم یعنی انسان کبیر کے جو قویٰ ہیں انہیں میں سے بعض کا نام ملائک
ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ قویٰ جن کو ملائک کہتے ہیں۔ انسان کبیر یعنی عالم
کے لئے ایسے ہیں جیسے انسان کے لئے قویٰ ہیں۔ شارح کہتے ہیں کہ دیکھنا اور سننا اور
سونگھنا اور چکھنا اور چھونا جو انسان میں ہے وہ سب انہیں قوائے ملکوتیہ حسیہ کے ماتحت ہیں
اور قوت متخیلہ اور متفکرہ اور حافظہ اور ذاکرہ اور عاقلہ اور ناطقہ انہیں قوائے ملکوتیہ روحانیہ

کے تابع ہیں اور جاذبہ ماسکہ اور ہاضمہ اور غاذیہ اور منمیہ اور مربیہ اور مصورہ انہیں قوائے
ملکوتیہ طبعیہ میں داخل ہیں اور حلم اور علم اور وقار اور سمجھا اور شجاعت اور عدالت اور سیاست
اور ریاست انہیں قوائے ملکوتیہ حیوانیہ میں شامل ہیں اور یہ تمام قویٰ آسمان و زمین اور ان
کی فضا میں پھیلے ہوئے ہیں پس شیخ اور ان کے متبع بھی ملائکہ کا اطلاق صرف قوائے عالم پر
کرتے ہیں ہمارے استنباط......

اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے استنباط میں صرف اتنا فرق ہے کہ شیخ کے نزدیک
تمام قویٰ جو اجسام مرئیہ اور غیر مرئیہ اور اشیائے محسوسہ وغیر محسوسہ میں ہیں وہ
جزئیات ہیں اور جو ان کے کلیات ہیں وہ ملائک ہیں اور یہ جزئیات ان کی
ذریات شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مکاشفی سے ان جزئیات کے کلیات کو جانا
ہوگا مگر جو کہ ہم کو وہ مکاشفہ حاصل نہیں ہے اس لیے ہم انہیں قویٰ کو جن کو شیخ
اور ان کے متبع ذریات ملائکہ قرار دیتے ہیں۔ ملائکہ کہتے ہیں مطلب ایک
ہے صرف لفظوں یا جاننے نجاننے کا پھیر ہے۔ شیطان کی نسبت تو قیصری
نے شرح فصوص میں نہایت صاف صاف وہی بات لکھی ہے جو ہم نے کہی
ہے''۔

اور صفحہ ۴۴ پر ہے:

''قرآن مجید سے فرشتوں کا ایسا وجود جیسا کہ مسلمانوں نے اعتقاد کر رکھا ہے
ثابت نہیں ہوتا بلکہ برخلاف اس کے پایا جاتا ہے خدا فرماتا ہے: وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ
عَلَیْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ ○ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ
مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ ○ اس آیت سے پایا جاتا ہے
کہ فرشتے نہ کوئی جسم رکھتے ہیں اور نہ دکھائی دے سکتے ہیں ان کا ظہور بلاشمول مخلوق
موجود کے نہیں ہوسکتا۔ لَجَعَلْنٰهُ رَجُلًا قید احترازی نہیں ہے اس جگہ انسان بحث
میں تھا اس لیے لَجَعَلْنٰهُ رَجُلًا فرمایا ورنہ اس سے مراد عام موجودہ مخلوق ہے''۔

اولاً

سرسیّد نے اپنے کفری مدعا پر دو آیتیں پیش کی ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے یعنی
اور (کفار) بولے ان پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا اور اگر ہم فرشتہ اتارتے
تو کام تمام ہو گیا ہوتا اور پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی اور اگر ہم نبی کو فرشتہ
کرتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان (کافروں) پر وہی شبہ رکھتے
جس میں اب پڑے ہیں (ترجمہ رضویہ)

ان دونوں آیتوں کا منطوق یہ ہے کہ کفار و مشرکین کو جب حضور اقدس سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی تو انہوں نے تعنتاً وعناداً یوں کہا کہ اگر ان کے ساتھ آسمان سے ایک فرشتہ بھی نازل ہوتا اور وہ ہمارے سامنے ان کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرتا تو ہم ضرور ایمان لے آتے اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم فرشتہ اتارتے اور پھر بھی یہ کفار و مشرکین ایمان نہ لاتے تو کام تمام ہو گیا ہوتا اور ان کافروں، مشرکوں پر عذاب واجب ہو جاتا اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی سنت عظیمہ ہے کہ جب کفار کوئی خارق عادت نشان طلب کریں اور اس کے مل جانے کے بعد پھر بھی ایمان نہ لائیں تو عذاب واجب ہو جاتا ہے اور وہ کفار و مشرکین ہلاک کر دیئے جاتے ہیں تو فرشتہ نازل ہونے کے بعد بھی جب یہ ایمان نہ لاتے تو پھر انہیں ایک لمحے کی بھی مہلت نہ دی جاتی اور عذاب مؤخر نہ کیا جاتا تو فرشتے کا اتارنا جس کو یہ طلب کرتے ہیں انہیں کیا نافع ہوتا اور آجکل کے وہابیہ، دیوبندیہ و نیاچرہ و چکڑالویہ کی طرح اس وقت کے کفار و مشرکین بھی حضور اقدس تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کرتے تھے کہ یہ تو ہماری طرح بشر ہیں۔

اور اپنے اسی ملعون خبط کے سبب وہ ایمان سے محروم رہتے تھے ان کو اللہ واحد قہار جل جلالہ جواب دیتا ہے اور انسانوں میں سے نبی و رسول مبعوث فرمانے کی حکمت انہیں بتاتا ہے کہ ان کے منتفع ہونے اور نبی کی تبلیغ و تعلیم سے فیض اٹھانے کی یہی صورت ہے

کہ نبی صورت بشری میں جلوہ گر ہو کیونکہ فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنے کی تو یہ لوگ تاب نہ لا سکتے تھے۔ دیکھتے ہی سب کے سب بے ہوش ہو جاتے یا مر جاتے اس لیے اگر بالفرض کسی فرشتے ہی کو نبی یا رسول بنا کر ان کی تبلیغ و ہدایت کے لئے بھیجا جاتا جب بھی اسے مرد ہی بنایا جاتا اور اس فرشتے کو بھی صورت انسانی ہی میں بھیجا جاتا کہ یہ لوگ اسے دیکھ سکیں اس کا کلام سن سکیں اس سے دین کے احکام معلوم کر سکیں۔

لیکن اگر فرشتہ صورت بشری میں آتا تو ان کفار و مشرکین پر وہی شبہ رہتا جس میں اب پڑے ہیں اور اس وقت بھی ان کو وہی کہنے کا موقع رہتا کہ یہ تو بشر ہے تو فرشتے کو ان کفار و مشرکین کی طرف نبی یا رسول بنا کر مبعوث فرمانے کا ان کو کیا فائدہ ہوتا۔

مسلمانو! بنگاہ انصاف ملاحظہ ہو کہ سرسیّد احمد خان نے ان دونوں آیتوں کا جو یہ کفری مطلب گڑھ دیا کہ فرشتے نہ کوئی جسم رکھتے ہیں نہ دکھائی دے سکتے ہیں نہ وہ بغیر کسی دوسری مخلوق کے اندر شامل ہونے کے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ قرآن پاک پر کیسا افترائے بعید اور آیت قرآنیہ کی کیسی تحریف شدید ہے۔ افسوس کیسی کیسی بے ایمانیوں سے سنی مسلمانوں کو بے دین بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ثانیاً

اسی طرح حضرت سید امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ صاحب فصوص الحکم اور حضرت شیخ مؤید الدین ابن محمود جندی رضی اللہ عنہ فصوص الحکم تو علم تصوف کا ایک مسئلہ بیان فرما رہے ہیں ان کے ارشادات کا مطلب تو صرف اسی قدر ہے کہ عالم انسان کبیر ہے اور خود انسان انسان صغیر ہے۔ انسان کبیر یعنی عالم کے اندر جس قدر مخلوقات اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں ان سب کے نمونے اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود انسان کے اندر پیدا فرما دیئے ہیں مثلاً عالم کے اندر ملائکہ مدبرات الامر ہیں جو بحکم الٰہی عالم کے کاروبار کے انتظامات کرتے ہیں۔ انسان کے اندر ملائکہ کے نمونے انسان کے حواس اور اس کی قوتیں ہیں جن کے ذریعے سے انسان دیکھتا، سنتا، سونگھتا، جھکتا، چھوتا، بولتا، خیال کرتا،

رپتا، سمجھتا، یاد کرتا، یادرکھتا ہے اور اسی طرح انسان کے اندر جو اور قوتیں ہیں
مثلاً جاذبہ، ماسکہ، ہاضمہ، غازیہ، منمیہ، مربیہ، مصورہ اور حلم وعلم و وقار و بردباری و بہادری و
انصاف شعاری وحکومت وانتظام سلطنت وغیرہ کے جس قدر ملکات اور قویٰ ہیں وہ سب
بھی انہیں ملائکہ علیہم السلام کے تابع ہیں اور ملائکہ علیہم السلام سب کے سب حکم الٰہی کے
تابع ہیں۔ فان الحکم الا للہ ولا حاکم سواہ۔

کہاں تو یہ ایمان افروز روح پرور بیان اور کہاں سرسیّد کا کفری شیطانی ہذیان کہ
عالم میں فرشتوں کا کوئی وجود ہی نہیں بلکہ عالم کی مخلوقات کے اندر جو مختلف صفتیں اور
قوتیں ہیں جیسے پہاڑوں کی سختی، پانی کی روانی، درختوں کا بڑھنا بجلی کا کسی چیز کو کھینچنا یا
پھینکنا، انسان کا دیکھنا، ہنسنا، چھینکنا، سونگھنا، چھونا، بولنا وغیرہ وغیرہ۔ بس انہی اوصاف اور
قویٰ ہی کا نام ملائکہ ہے۔ پھر بھی یہ کہنا کہ بعض اکابر اہل اسلام کا بھی یہ مذہب ہے جو
میں کہتا ہوں کیسی کذابی وبے حیائی ہے۔

اکابر اہل اسلام رضی اللہ عنہم تو اللہ تعالیٰ کے ملائکہ علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں اور
مخلوقات عالم کے اندر جو مختلف جسم کی قوتیں اور طبعی صفتیں ہیں ان کو ملائکہ علیہم السلام کا
تابع مانتے ہیں اور سرسیّد خود انہی قوتوں اور صفتوں ہی کو فرشتے کہتا ہے اور اس کے سوا
فرشتوں کا کوئی اور وجود ہی نہیں مانتا ہے پھر بھی کفر و اسلام دونوں کو ایک ہی ٹھہرانا، وہ
صریح جھوٹ ہے جو اگرچہ نیچریوں کے مصلح اعظم کی شان، ریفارمری کا مقتضیٰ ہو لیکن
مسلمان ایسی کذب بیانیوں سے اپنے رب تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

ثالثاً

ان امور کا ادبی زبان سے اقرار کرتے ہوئے بھی حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے
ایمانی عقیدے پر مذاق اڑاتا، قہقہے لگاتا ہے۔ کہتا ہے کہ انہوں نے اپنے مکاشفے سے
فرشتوں کو دیکھ لیا ہوگا۔ اس لیے وہ فرشتوں کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم کو مکاشفہ
حاصل نہیں اس لیے ہم فرشتوں کے وجود ہی سے منکر ہیں اور انہی قوتوں اور طبعی صفتوں کو

ملائکہ کہتے ہیں۔ بے شک اکابر اولیائے عظام رضی اللہ عنہم اپنے نبی حضرت سیدنا محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کی مدد واعانت سے امور غیبیہ کا مشاہدہ فرماتے ہیں لیکن غیب پر ایمان لانے
کے لئے یہ کب ضروری ہے کہ ایمان لانے والے مکاشفہ سے غیب کا پہلے مشاہدہ کر لیا
کریں پھر اس کے بعد ایمان لائیں اور جس غیب کا حال اس کو مکاشفہ سے معلوم نہ ہو اس
پر ایمان ہی نہ لائیں والعیاذ باللہ تعالیٰ عزوجل۔

رابعاً

ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ جن غیوب کی خبریں اللہ جل جلالہ قرآن عظیم میں دیں
اور جس قدر غیوب اس کے پیارے محبوب مشاہد الغیب ومطلع علی الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے نام لینے والوں کو بتایا اور سب پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لئے ضروری
ہے۔ مرتد اکفر سرسیّد کہتا ہے کہ جس غیب کا حال مکاشفے سے معلوم نہ ہوا، اس پر ایمان ہی
نہ لاؤ یعنی جس شخص کو مکاشفے حاصل نہ ہوں وہ کسی غیب پر ایمان ہی نہ لائے یہ وہ کفر یقینی
وارتداد قطعی ہے جس کے قائل کا مرتد و کافر ہونا ہر مسلمان کے نزدیک بدیہی ایمانی و
ضروری ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ عزوجل۔

خامساً

ہر مسلمان بہ نگاہ انصاف وایمان دیکھ رہا ہے کہ فرمان شیخ اکبر اور ہذیان سرسیّد میں
کفر وایمان کا فرق ہے۔ پھر بھی سرسیّد کا دونوں میں صرف لفظوں یا جاننے نہ جاننے کا
فرق بتانا اگرچہ سرسیّد کی ریفارمریت کا مقتضیٰ ہو لیکن اہل ایمان ایسی دروغ بافیوں سے
اپنے رب عزوجل کی پناہ لیتے ہیں۔

سادساً

شرح فصوص الحکم سے علامہ قیصری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت سرسیّد نے نقل کی
ہے۔

قیل ابلیس هو القوة الوهمیة التی فی العالم الکبیر والقوی الوهمیة التی فی الاشخاص الانسانیة والحیوانیة افرادها المعارضتها مع العقل الهادی الی طریق الحق وفیه نظر لان النفس المنطبعة هی الامارة بالسوء و الوهم من سدنتها و تحت حکمها لانها من قواها فهی اولی بذلك کما قال تعالی ونعلم ماتوسوس له نفسه وقال ان النفس لامارة بالسوء وقال صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم اعدی عدوك نفسك التی بین جنبیك وقال صلی اللہ علیه وآله وسلم الشیطان یجری من بنی آدم مجری الدم وهذا شأن النفس۔ یعنی کہا گیا ہے کہ ابلیس تو وہ قوت وہمیہ کلیہ ہے جو عالم کبیر میں ہے اور انسانوں اور جانوروں میں جو قوائے وہمیہ ہیں یہ اسی قوت وہمیہ کلیہ کے افراد اور ابلیس کے نمونے ہیں کیونکہ وہم ہی حق راستے کی طرف عقل کا مقابلہ کرتا ہے اور اس پر اعتراض ہے اس لیے کہ انسان کا نفس جس میں چیزوں کی صورتیں چھپتیں ہیں۔ وہی برائی کا بڑا حکم کرنیوالا ہے اور وہم تو نفس کے خدمتگاروں میں سے ہے اور اس کے ماتحت ہے اس لیے کہ نفس کی قوتوں میں سے وہم بھی ایک قوت ہے تو خود نفس ہی اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسی کو ابلیس کا نمونہ کہا جائے جیسا کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَنَعْلَمُ مَاتوسوس به نفسه۔ یعنی اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ آدمی کا نفس ڈالتا ہے اور فرماتا ہے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْءِ۔ یعنی بے شک نفس تو برائی کا حکم دینے والا ہے اور حدیث مبارکہ میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے بیچ میں ہے۔

اور دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شیطان انسانوں کے ان مقامات میں چلتا پھرتا ہے جن میں خون چلتا ہے اور انسان کے اندر جس چیز کی یہ شان ہے وہ نفس ہے وہم کی یہ شان نہیں ہے۔

انسان کے اندر خود اس کا نفس ہی ابلیس کا نمونہ ہے۔ انسان کی قوت وہمیہ کو

شیطان کا نمونہ کہنا ٹھیک نہیں مگر سر سیّد نے علامہ قیصری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا یہ مطلب گڑھ دیا کہ شیطان اور ابلیس کا کوئی وجود ہی نہیں بلکہ خود انسان کا جو نفس امارۃ ہے بس اسی کا نام ابلیس و شیطان ہے۔ خبثا کفریات ملعونہ تو خود گڑھیں اور مسلمانوں کو دھوکے دینے کے لئے ان کی نسبت خبیثہ اکابر اہل اسلام رضی اللہ عنہ پر تھوپیں۔ ولا حول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

سابعا

علامہ قیصری رحمۃ اللہ علیہ تو ابلیس وشیاطین کے وجود کو مانتے ہوئے انسان کے نفس امارہ کو شیطان کا نمونہ بتاتے ہیں اور سر سیّد خود اسی نفس امارہ کو شیطان ٹھہراتا ہے اور اس کے علاوہ ابلیس وشیاطین کے کسی اور قسم کے وجود کو مطلقاً غلط و باطل بتاتا ہے تو ان دونوں میں وہی فرق ہے جو ایمان وکفر میں ہے۔

جنات اور شیطان کے وجود کا انکار

سر سیّد اپنی تفسیر میں لکھتا ہے:

”تمام محققین اس بات کے قائل ہیں کہ یہی قویٰ جو انسان میں ہیں اور جن کو نفس امارہ یا قویٰ بہیمیہ سے تعبیر کرتے ہیں یہی شیطان ہے۔

(تفسیر القرآن' صفحہ ۴۵)

قارئین! کیسی زبردست شوخ چشمی ہے۔ ایسی ڈھٹائی اگرچہ سر سیّد کی ریفارمری کے لوازم سے ہو لیکن مسلمان ایسی بے شرمیوں سے اپنے رب کریم جل جلالہ کے دامن حفظ و وقایت میں پناہ لیتے ہیں۔ بہر حال صدہا احادیث مبارکہ و قرآن کریم کی آیات مبارکہ سے مبرہن اور ضروریات دینیہ سے روشن ہے کہ ابلیس و شیاطین کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے جداگانہ ایک مستقل ناری وجود بخشا ہے اسی طرح ملائکہ کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک جداگانہ نوری وجود عطا فرمایا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝

(سورۃ البقرہ' آیت ۲۸۵)

یعنی رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اترا اور

ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں ہم فرق نہیں کرتے اور عرض کی ہم نے سنا اور مانا تیری معافی ہو اے رب ہمارے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ (ترجمہ رضویہ)

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ (سورۃ الزمر' آیت ۷۵)

یعنی اور تم فرشتوں کو دیکھو گے عرش کے آس پاس حلقہ کیے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے ہیں۔ (ترجمہ رضویہ)

اسی طرح قرآن مجید کی صدہا آیات کریمہ ہیں جن میں ابلیس شیاطین کے ایک جداگانہ مستقل مخلوق ناری ہونے کا بیان ہے مثلاً اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۚ ۝ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝ (سورۃ الاسراء' آیت ۶۱ تا ۶۵)

یعنی اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے بولا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا۔ بولا دیکھ تو جو یہ تو نے مجھ سے معزز رکھا اگر تو نے مجھے قیامت تک

مہلت دی تو ضرور میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا مگر تھوڑا۔ فرمایا: دور ہو تو
ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بے شک تم سب کا بدلہ جہنم ہے بھرپور سزا
اور ڈگاوے انہیں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے اور ان پر لام
باندھ اپنے سواروں اور پیادوں کا اور ان کا ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں
اور انہیں وعدے دے اور شیطان انہیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔ بے
شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کام
بنانے کو (ترجمہ رضویہ)

ان آیات مبارکہ سے آفتاب نصف النہار سے بڑھ کر واضح ولائح کہ ملائکہ علیہم
السلام اور ابلیس وشیاطین کے جیسے وجود اور ان کی جو کیفیات ان کے جو احوال وافعال
قرآن عظیم نے بیان فرمائے جن پر صدر اسلام سے اب تک (سرسیّد تک) ساڑھے تیرہ
سو برس کے کافہ مسلمین ومومنین دوسرے ضروریات دین کی طرح ایمان رکھتے چلے
آئے۔ سرسیّد ان سب کا یقیناً منکر اور ان سے قطعاً کافر ہے۔

یہ واقع اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ پیدا
فرمانے والا ہوں۔ فرشتوں نے عرض کی کہ کیا تو ایسے کو زمین میں پیدا فرمائے گا جو زمین
میں فساد اور خون ریزی کرے گا۔ رب عزوجل نے فرمایا: بے شک میں ان تمام باتوں کو
جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اللہ عزوجل نے سیدنا آدم صفی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا
فرمایا ان کو زمین وآسمان کی سب چیزوں کے نام سکھادیے پھر فرشتوں سے فرمایا کہ تم ان
تمام چیزوں کے نام بتاؤ فرشتوں نے عرض کی تو ہر عیب سے پاک ومنزہ ہے ہم کو تو صرف
اسی قدر علم ہے جو تو نے ہم کو عطا فرمایا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے حضرت آدم علیہ
السلام نے ہر ہر مخلوق کے تمام نام بتادیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ تم
آدم کو سجدہ کرو سب کے سب فرشتے علیہم السلام حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی
کرنے کے لئے جھک گئے۔ ہر ایک فرشتے نے بحکم الٰہی حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ

تعظیمی کیا۔ ابلیس نے انکار کیا اور کہا کہ ان کو تو نے مٹی سے پیدا کیا اور مجھ کو تو نے آگ
سے پیدا کیا میں ان سے بہتر ہوں۔ اللہ واحد قہار جل جلالہ نے ابلیس پر قیامت تک کے
لئے اپنی لعنت نازل فرمائی۔ ابلیس نے قیامت تک کی مہلت مانگی جو اسے دی گئی۔ اس
نے کہا کہ آدم علیہ السلام کی وجہ سے میں ملعون ہوا۔ اب میں ان کی اولاد کو گمراہ کروں
گا۔ ان پر اپنی ذریت کے شیاطین کو مسلط کروں گا میرے اغوا واضلال سے صرف تیرے
مخلص بندے محفوظ رہیں گے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: یہ بات ٹھیک ہے میں بھی تجھ سے
تیری اولاد سے اور آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے جو تیرا اتباع کریں گے ان سب سے
جہنم کو بھر دوں گا۔ قرآن مجید میں آٹھ مقامات پر بیان فرمایا گیا ہے سورہ بقرہ، سورہ آل
عمران، سورہ اعراف، سورہ حجر، سورہ بنی اسرائیل، سورہ کہف، سورہ طٰہٰ، سورہ ص میں کسی جگہ
کوئی مضمون بیان ہو رہے ہیں۔ کسی جگہ کوئی مضمون بیان فرمایا گیا ہے کسی جگہ اختصار ہے
کسی جگہ تفصیل ہے۔

ان تمام آیات مبارکہ جمع کرنے سے اس واقع کی تمام قرآنی تفصیلات پیش نظر ہو
جاتی ہیں اور وہ تمام تفصیلات ضروریات دین میں سے ہیں کہ ہر مسلمان ان پر اسی طرح
ایمان رکھتا ہے جس طرح قرآن عظیم نے ان کو بیان فرمایا:

سرسیّد تو ابلیس وشیاطین کے وجود کا بھی منکر ہے۔ فرشتوں کے وجود کا بھی منکر ہے
نبوت ورسالت کا بھی منکر ہے۔ اللہ عزوجل کا بھی منکر ہے تو اس واقعے کو کیونکر صحیح کہہ سکتا
ہے اور مولیٰ والے حق گو مولویوں کے جوتوں کے ڈر سے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ معاذ اللہ
قرآن عظیم غلط ہے یا قرآن پاک کا ارشاد جھوٹا ہے اس مجبوری کے سبب اپنے کفر ملعون
کو یوں چھپاتا ہے اور اپنی تفسیر قرآن میں لکھتا ہے:

توریت میں لکھا ہے کہ خدا نے فرشتوں سے کہا کہ آؤ ہم آدمی کو اپنی صورت
پر بنائیں۔ یہ مضمون مسلمان مفسروں کے دل میں تھا اور وہ اس کو مثل
یہودیوں کے ایسا ہی سمجھ رہے تھے جیسے کہ ایک آدمی سے ایک آدمی بات

کرتا ہے۔ اذ قال ربك للملئكة کو بھی انہوں نے ویسا ہی سمجھا اور آدم و
شیطان کا قصہ بنا لیا ورنہ صرف انسان کی فطرت کا زبان حال سے بیان
ہے۔ (تفسیر القرآن، صفحہ ۴۶)

اس عبارت ملعونہ میں سرسیّد نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ واقع محض غلط ہے اور
جھوٹا ہے نہ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کلام فرمایا نہ فرشتوں نے کچھ عرض کی نہ آدم علیہ
السلام کو ان تمام چیزوں کے نام سکھائے نہ انہوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا نہ ابلیس
نے انکار کیا یہ سارا واقع مسلمانوں کے علمائے اعلام ومفسرین عظام نے یہودیوں سے
سیکھ کر محض جھوٹ گڑھ لیا ہے۔

یعنی قرآن عظیم کو قطعاً جھٹلا بھی دیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو یوں فریب دیا کہ
سرسیّد تو صرف مسلمان مفسروں کو جھٹلا رہا ہے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ پھر اگر
کوئی مسلمان قرآن پاک کے نصوص قطعیہ تلاوت کر کے بتائے کہ یہ واقع تو مسلمان
مفسروں نے ہرگز نہیں گڑھا بلکہ خود اللہ واحد قہار جل جلالہ نے اس واقعہ کی یہ تفصیلات
بیان فرمائی ہیں تو اس کا یہ کفری جواب دیتا ہے کہ اپنی تفسیر قرآن میں لکھتا ہے:

”کہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ انسان کی فطرت اور اس کے جذبات کو بتلاتا
ہے اور جو قوائے بہیمیہ اس میں ہیں ان کی برائی یا ان کی دشمنی سے اس کو
آگاہ کرتا ہے مگر وہ ایک نہایت دقیق راز تھا جو عام لوگوں کی اور اونٹ
چرانے والوں کی فہم سے بہت دور تھا اس لیے خدا نے انسانی فطرت کی
زبان حال سے آدم و شیطان کے قصے یا خدا اور فرشتوں کے مباحثے کے
طور پر اس فطرت کو بیان کیا ہے“۔ (تفسیر القرآن، ص ۵۲۔۴۵)

یعنی یہ واقع جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تو یہ طرز کلام تو یقیناً غلط ہے نہ تو آدم علیہ
السلام اور ابلیس کا کوئی واقع ہوا نہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا اس کے ملائکہ علیہم السلام سے کوئی
مکالمہ ہوا۔ البتہ کلیلہ اور دمنہ کی کہانیوں کے طور پر ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جو آدم علیہ

السلام اور ملائکہ علیہم السلام اور ابلیس کا فرضی واقع بیان کیا ہے اس سے نہ صرف اس قدر
بتانا مقصود ہے کہ انسان کے اندر جو بہیمی قوتیں ہیں وہ بہت بری اور انسان کو نقصان
پہنچانے والی ہیں۔ بس اتنی سی بات کو سمجھانے کے لئے اللہ عزوجل نے قرآن کریم کے
آٹھ مقامات پر بہت ہی بسط و تفصیل کے ساتھ اس واقعے کو بیان فرمایا ہے۔ والعیاذ باللہ
تعالیٰ عزوجل

پھر اس پر اگر کوئی دین دار مسلمان یوں اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ نے صاف
صاف یوں ہی کیوں نہ بیان فرما دیا کہ انسان کی بہیمی قوتیں بہت بری ہیں اور آدمی کو
نقصان پہنچانے والی ہیں اتنا مبسوط وطویل فرضی واقع وہ بھی بار بار کیوں بیان فرمایا تو
اس کا یہ کفری جواب دیتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اس قدر نا سمجھ تھے کہ اتنی سی بات
بھی ان کے نزدیک ایک نہایت ہی دقیق راز تھی وہ اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے اس لیے
قرآن عظیم کو اس طویل و بسیط واقعے کو بار بار بیان کرنے کی ضرورت پڑی۔ والعیاذ باللہ
تعالیٰ عزوجل

اور جب سرسیّد اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم ہی کی عظیم وجلیل سرکاروں
میں سڑی سڑی دشنامیں (گالیاں) سناتا ہے تو اس سے اس کی کیا شکایت کہ صحابہ کرام
علیہم الرضوان کی پاک مبارک شانوں میں یہ ناپاک جملہ لکھتا ہے کہ

”اونٹ چرانے والوں کی فہم سے بہت دور تھا“ کہ ع ما علے مثلہ یعد الخطاء۔

اسی تفسیر قرآن میں لکھتا ہے:

”خواہ تم یہ سمجھو کہ خدا اور فرشتوں میں مباحثہ ہوا اور شیطان نے خدا سے
نافرمانی کی اور آدم بھی گیہوں کا درخت کھا کر خدا کا نافرمان بردار ہوا خواہ
میں یوں سمجھوں کے اس بڑے تماشا کرنیوالے نے بھانمتی کا ایک تماشا بنایا
ہے اس کے راز کو اسی بھانمتی کی اصطلاحوں میں بتایا ہے“۔

(تفسیر القرآن، ص ۶۰)

اس ناپاک عبارت میں سرسیّد نے اسی کفر ملعون کو صاف صاف لفظوں میں واضح کیا ہے کہ اس فرضی واقعے کو بیان فرما کر اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کے راز کو در پردہ بتایا ہے کہ انسان میں نیکی کرنے کی جو قوتیں ہیں وہ بہت اچھی اور انسان کو فائدہ پہنچانے والی ہیں اور آدمی میں بدی کرنے کی جو قوتیں ہیں وہ بہت بری اور آدمی کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ بس اصل بات صرف اتنی سی ہے باقی قرآن کا بیان فرمایا ہوا سارا واقعہ بالکل غلط ہے اور فرضی ہے پھر اسی کفر کے ساتھ ساتھ بکمال دریدہ دہنی حضرت قدوس وسبوح جل جلالہ کو بھانمتی اور بازیگر بھی کہہ ڈالا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ عزوجل

اہل ادب دین دار مسلمان تو ایسے کفریات پر لعنت کرتے ہیں۔ وہ یوں نہیں کہتے کہ خدا اور فرشتوں کا مباحثہ ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہوئے بلکہ وہ یوں کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ عزوجل پر اعتراض اور اسکے ساتھ مباحثہ کرنے سے پاک ومعصوم ہیں۔

"لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ"

بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہیں۔

(سورۃ الانبیآء آیت ۲۷)

اس واقعہ میں جو فرشتوں کا اللہ عزوجل سے مکالمہ ہوا وہ مباحثہ نہ تھا بلکہ وہ اپنے رب جل جلالہ کی حکمت بالغہ کو دریافت کر رہے تھے جس کا اس وقت ان کو بتانا حکمت ایزدی میں مناسب نہ تھا اسی طرح تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی سے منزہ ومعصوم ہوتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۲۱)

حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ عزوجل کا ہرگز کوئی گناہ نہ کیا بلکہ وہ بھول گئے اور بغیر قصد کے ان سے یہ فعل صادر ہوا۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا

اور بے شک ہم نے آدم کو اس سے پہلے ایک تاکیدی حکم دیا تھا اور وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد (ارادہ) نہ پایا۔ (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۵)

چونکہ یہ بھولنا بھی شان صفوت کے مناسب نہ تھا لہٰذا ان پر عتاب فرمایا۔ عتاب دوستوں پر ہوتا ہے اور عذاب دشمنوں پر اور عتاب نافرمانوں پر عتاب محبوبانہ کی لذت عشاق ومحبین ہی خوب جانتے ہیں اس مضمون کو ہم حضرت قاضی عیاض رضی اللہ عنہ کی شفا شریف کی عبارت پر ختم کرتے ہیں۔

چنانچہ ۲۴۰ و۲۴۶ پر فرماتے ہیں:

وكذالك من دان بالو حدانيه و صحة النبوه و نبوة نبينا صلى الله تعالى عليه وعلى اله وسلم ولكن جوز على الانبياء الكذب۔ فيما اتوابه ادعى فى ذلك المصلحة اولم يدعها فهو كافر

یعنی اسی طرح وہ شخص بھی قطعاً یقیناً کافر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور نبوت کے درست ہونے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کو تو مانتا ہو لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات نے جو کچھ ہدایت وتعلیمات اپنی امتوں کو فرمائیں ان میں انبیاء علیہم السلام پر جھوٹ بولنا جائز رکھے۔

یہی قاضی عیاض رضی اللہ عنہ اسی شفا شریف میں فرماتے ہیں:

فكذالك من انكر الجنة والنار والبعث والحساب والقيامة فهو كافر باجماع النص عليه واجماع الامة على صحة نقله متواتر ا وكذالك من اعترف بذالك ولكنه قال انا لمراد

بالجنه والنار والحشر والنشر والثواب والعقاب معنی غیره
وانها لذات روحانیة و معان بالجنة کقول النصاریٰ والفلا
سفة والباطنیة وبعض المتصوفة

یعنی اور اسی طرح جو شخص بہشت یا دوزخ یا مردوں کے اپنے اپنے جسموں
کے ساتھ زندہ ہو کر اٹھنے یا حساب یا قیامت کا انکار کرے تو وہ اجماعاً کافر
ہے کیونکہ ان امور پر قرآن پاک و احادیث شریفہ میں روشن ارشادات
موجود ہیں اور تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ امور صحیح طور پر تواتر کے ساتھ
منقول ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں اور اسی طرح وہ شخص بھی قطعاً و اجماعاً
کافر ہے۔ جو ان لفظوں کا تو اقرار کرے لیکن کہے کہ جنت و دوزخ وحشر
ونشر وثواب وعذاب سے ایسے معنی مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ
میں نہیں آتے اور حقیقت میں تو وہ روحانی لذتیں اور باطنی معانی ہیں جیسے
نصرانیوں اور فلسفیوں (یعنی سائنس پرستوں) اور باطنیوں (یعنی
اسماعیلیوں کا اور جھوٹے صوفیوں کا قول ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ النورانی اپنے مکتوبات
جلد اول، ص ۲۱۹ پر فرماتے ہیں:

کسے کہ خواہد کہ جمیع احکام شرعیہ را معقول خود سازد و بادلہ عقلیہ برابر نماید۔
آں شخص منکر طور نبوت است۔ علیہ ما یستحق

یعنی جو شخص یہ چاہتا ہے کہ تمام احکام شرعیہ کو اپنی عقل سے سمجھ لے اور عقلی
دلیلوں سے ان کو ثابت کرے وہ شان نبوت کا منکر ہے اور اس پر وہ عذاب
نازل ہو جس کا وہ مستحق ہے۔

پھر اسی جلد اول کے ص ۳۲۳ پر فرماتے ہیں:

حساب و میزان و صراط حق است کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم۔ اذاں خبر

دادہ۔ استبعاد بعضے از جاہلان طور نبوت۔ از وجود ایں امور از حیز اعتبار ساقط
ست۔ چہ طور نبوت ورائے طور عقل ست۔ اخبار صادقہ انبیاء را بہ نظر عقل
موافق ساختن فی الحقیقۃ انکار طور نبوت است آنجا معاملہ بر تقلید است۔
ندانند کہ طور نبوت مخالف طور عقل است بلکہ طور عقل بے تائید انبیاء علیہم
الصلوٰۃ والتسلیمات۔ باں مطالب عالی نتواند مہتد شد مخالف دیگر است و
نارسیدن دیگر چہ مخالفت بعد از رسیدن مقصود بود و بہشت و دوزخ موجود اند
بعد از محاسبہ روز قیامت گروہے را بہ بہشت خواہند فرستاد و گروہے را بدوزخ
وثواب وعذاب ایشاں ابدی است کہ انقطاع ندارد کما دلت علیہ النصوص
القطعیۃ الواردۃ

یعنی حساب و میزان و صراط حق ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی
خبر دی ہے اور بعض ایسے لوگوں کا جو شان نبوت سے جاہل ہیں ان چیزوں
کے وجود سے تعجب کرنا پایہ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ مرتبہ عقل سے درجہ
نبوت بلند و بالا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سچی خبروں کو عقل کی نظر
کے ساتھ موافق کرنا در حقیقت شان نبوت کا انکار ہے۔
وہاں تو سارا مدار سن کر مان لینے ہی پر ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ مرتبہ نبوت درجہ
عقل کے مخالف ہے بلکہ قوت عقل بغیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تائید
کے ان بلند و بالا مطالب تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ مخالفت اور چیز ہے اور پہنچ نہ
سکنا اور بات ہے کیونکہ مخالفت تو ان مقاصد تک پہنچ لینے کے بعد ہی تصور
میں آسکتی ہے اور بہشت و دوزخ دونوں موجود ہیں۔ قیامت کے دن
حساب ہو جانے کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں بھیجیں گے اور ایک گروہ کو
دوزخ میں اور ان کا ثواب وعذاب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے ہرگز کبھی ختم
نہیں ہوگا جیسا کہ تاکید فرمانے والے قطعی نصوص نے یہی بتایا ہے۔

معجزات انبیاء کا انکار

اسی طرح پیر نیچر نے معجزات کا بھی مطلقاً انکار کیا ہے اس کی تفصیل کو ایک دفتر طویل درکار ہم اس کے اس کفر قطعی کے صرف چند مختصر نمونے دکھانے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔

ترجمہ: (یعنی) اور جب ہم نے تمہارے لیے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچالیا اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔ (ترجمہ رضویہ)

اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝

ترجمہ: تو ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار تو جبھی دریا پھٹ گیا تو ہر حصہ ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ اور وہاں قریب لائے ہم دوسروں کو اور ہم نے بچالیا موسیٰ اور اس کے سب ساتھ والوں کو پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔ (ترجمہ رضویہ)

اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ۝ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۝

ترجمہ: تو موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں ہم نے حکم فرمایا میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل ضرور تمہارا پیچھا کیا جائے گا اور دریا کو یوہیں جگہ جگہ سے کھلا چھوڑ دے بے شک وہ لشکر ڈبویا جائے گا۔ (ترجمہ رضویہ)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۝ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۝

ترجمہ: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لئے دریا میں سوکھا راستہ نکال دے تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون آ لے اور نہ خطرہ۔ تو ان کے پیچھے فرعون پڑا اپنے لشکر لے کر تو انہیں دریا نے ڈھانپ لیا جیسا ڈھانپ لیا۔ (ترجمہ رضویہ)

ہر مسلمان کا ایمان ہے اور آیات کریمہ کا روشن بیان ہے کہ یہ واقعہ حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان معجزات میں سے ہے جن کو اللہ عزوجل نے اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ فرمایا۔ ان آیات الٰہیہ نے اس معجزۂ موسویہ کی یہ تفصیلات بیان فرمائیں۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اللہ عزوجل سے وحی پا کر بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات چل دیئے تھے۔

(۲) جب دریا پر پہنچے تو دریا حسب دستور بہہ رہا تھا اس میں نہ تو خشکی تھی نہ کوئی راستہ تھا۔

(۳) جب اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریا پر عصا مارا تو

(۴) عصا مارتے ہی دریا پھٹ کر بیچ میں خشک راستہ نکل آیا۔

(۵) اس وقت اس سوکھے راستے کے دونوں طرف پانی بڑے بڑے پہاڑوں کی طرح اونچا کھڑا ہوگیا۔

(۶) بنی اسرائیل کے سلامتی کے ساتھ پار نکل جانے کے بعد جب فرعون اپنے لشکروں کو لے کر اسی راستے پر داخل ہوا تو اسی پانی نے جو راستے کے دونوں جانب اونچے اونچے پہاڑوں کی مانند کھڑا ہوگیا تھا ان سب کو یکایک ڈھانپ لیا۔

(۷) اس راستے کو ویسا ہی باقی رکھنے کی۔

سیدنا کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بحکم الٰہی قدرت تھی جبھی تو ارشاد ہوا۔

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ○

ترجمہ: اے موسیٰ دریا کو یوہیں جگہ جگہ سے کھلا ہوا چھوڑ دو۔ دونوں طرف کے پانیوں کو ابھی مت ملاؤ کیونکہ ابھی تو فرعون اور اس کے لشکروں کو اسی دریا میں ڈوبنا ہے۔

لیکن نیچر کا پجاری سائنس کا غلام پیر نیچر تفسیر القرآن میں لکھتا ہے:

''معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بسبب جوار بھاٹے کے جو سمندر میں آتا رہتا ہے اس مقام پر کہیں خشک زمین نکل آتی تھی اور کہیں پایاب رہ جاتی تھی۔ بنی اسرائیل پایاب وخشک راستے سے راتوں رات بامن اتر گئے''۔

(ص ۸۲)

پھر دو سطر بعد لکھتا ہے:

''صبح ہوتے فرعون نے جب دیکھا کہ بنی اسرائیل پار اتر گئے اس نے بھی ان کا تعاقب کیا اور لڑائی کی گاڑیاں سوار پیادے غلط راستے پر سب دریا میں ڈال دیے اور وہ وقت پانی کے بڑھنے کا تھا لمحے لمحے پانی بڑھتا گیا جیسے کہ اپنی عادت کے موافق بڑھتا ہے اور ڈباؤ ہوگیا جس میں فرعون اور اس کا

لشکر ڈوب گیا''۔ (تفسیر القرآن صفحہ ۸۳)

قدرت خداوندی کا انکار

یعنی (سرسید کے مطابق) نہ وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت کا خارق عادت نشان تھا نہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تھا بلکہ جو کچھ تھا نیچر کا تماشا تھا اور جوار بھاٹے کا کرشمہ تھا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۭ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا۔ (ترجمۂ رضویہ)

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ

ترجمہ: اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کو جب اس سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا۔ (ترجمۂ رضویہ)

ان دونوں مقدس آیتوں نے صاف صاف ارشاد فرمایا کہ (۱) موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی قوم نے پانی مانگا (۲) موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کے لئے رب عزوجل سے پانی طلب کیا۔ (۳) اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی (۴) کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو (۵) اور عصا مارتے ہی اس پتھر میں

سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

مسلمان بحمداللہ جس طرح انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام معجزات کو مانتے ہیں اس طرح اس معجزۂ موسویہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

لیکن پیر نیچر نے اپنے کفر و الحاد کو مسلمانوں میں جمانے کے لئے ان مبارک آیتوں کے معنی کی تحریف کر ڈالی اسی اپنی ناپاک تفسیر القرآن میں لکھتا ہے:

''بحر احمر کی شاخ کو عبور کرنے کے بعد ایک وادی ملتا ہے جس کا قدیم نام ایثام ہے وہاں پانی نہیں ملتا''۔

پھر سوا دو سطر بعد لکھتا ہے:

''یہی مقام ہے جہاں بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے پانی مانگا تھا۔ اس مقام کے پاس پہاڑیاں ہیں جن کی نسبت خدا نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ یعنی اپنی لاٹھی کے سہارے سے اس پہاڑی پر چڑھ چل۔ اس پہاڑی کے پرے ایک مقام ہے جس کو توریت میں ایلم لکھا ہے وہاں بارہ چشمے پانی کے جاری تھے جس طرح پہاڑی ملک میں پہاڑوں کی جڑ یا چٹانوں کی دراڑوں میں سے جاری ہوتے ہیں جن کی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا یعنی اس سے پھوٹ نکلے ہیں بارہ چشمے۔ (تفسیر القرآن، صفحہ ۹۵)

یعنی اس واقعے میں نہ تو اللہ عزوجل کی قدرت کے کسی خارق عادت نشان کا ظہور ہے نہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معجزے کا صدور ہوا تھا بلکہ ایک پہاڑی پر بارہ چشمے بہہ رہے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اسی پہاڑی پر پہنچا دیا۔

پھر ستم بے ایمانی یہ کہ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ کا ترجمہ یہ گڑھ دیا: اپنی لاٹھی کے سہارے سے چڑھ چل۔ الْحَجَرَ کا ترجمہ گڑھ دیا: اس پہاڑی پر۔ فَانْفَجَرَتْ کا ترجمہ گڑھ دیا: پھوٹ نکلے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ: اور (اے بنی اسرائیل) جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر طور کو اونچا کیا تو جو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں زور سے لو اور اس کے مضمون یاد کرو اس امید پر کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔ (ترجمۂ رضویہ)

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: اور (اے بنی اسرائیل) یاد کرو جب ہم نے تم سے پیمان لیا اور طور کو تمہارے سروں پر بلند کیا لو جو ہم تمہیں دیتے ہیں زور سے پکڑ اور سنو۔ بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا ان کے کفر کے سبب تم فرما دو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔ (ترجمۂ رضویہ)

اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جب ہم نے پہاڑ اوپر اٹھایا گویا وہ سائبان ہے اور سمجھے کہ وہ اوپر گر پڑے گا لو جو ہم نے تمہیں دیا زور سے اور یاد کرو جو اس میں ہے کہ کہیں تم پرہیزگار ہو۔ (ترجمۂ رضویہ)

ان آیات مبارکہ میں اللہ عزوجل کی قدرت کاملہ کے اس خارق عادت قاہر نشان

کا بیان اور حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس معجزۂ قاہرہ کا بیان ہے کہ جب بنی اسرائیل نے احکام توراۃ میں تکالیف شاقہ دیکھ کر ان کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے بحکم الٰہی ایک بڑا پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں کے قریب کر دیا اور ان سے کہا گیا کہ احکام توراۃ قبول کرو ورنہ یہ پہاڑ تم پر گرا دیا جائے گا۔ پہاڑ کو سروں پر دیکھ کر سب کے سب سجدے میں گر گئے مگر اس طرح پر کہ بایاں رخسار تو انہوں نے زمین پر لگا دیا اور داہنی آنکھ سے پہاڑ کو دیکھتے رہے کہ کہیں گر نہ پڑے چنانچہ اب تک یہودی لوگ اسی طرح سجدہ کرتے ہیں۔ اس واقعے میں اگرچہ بظاہر عہد قبول کرنے پر اکراہ نظر آتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ پہاڑ کا سروں پر معلق فرما دینا اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کا زبردست نشان اور اس کے کلیم جلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت پر قوی برہان ہے۔ اس سے دیکھنے والوں کے قلوب کو اطمینان حاصل ہو گیا کہ یقیناً یہ رسول قدرت الٰہی کے مظہر اور ربانی تائید کے مؤید ہیں یہی اطمینان احکام توراۃ کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کا عہد قبول کر لینے کا سبب ہو گیا اور اکراہ نہ رہا۔ اہل ایمان جس طرح اللہ عزوجل کے تمام نشانوں اور انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام معجزوں پر ایمان رکھتے ہیں اسی طرح اس معجزے پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

مگر پیر نیچر اپنی تفسیر القرآن میں لکھتا ہے:

''بنی اسرائیل جو خدا کے دیکھنے کو گئے تھے طور یا طور سینین کے نیچے کھڑے ہوئے تھے پہاڑ ان کے سر پر نہایت اونچا اٹھا ہوا تھا وہ اس کے سائے کے تلے تھے۔ اور طور بسبب آتش فشانی کے شدید حرکت اور زلزلے میں تھا جس کے سبب وہ گمان کر رہے تھے کہ ان کے اوپر گر پڑے گا۔ پس اس حالت کو خدا تعالیٰ نے ان لفظوں میں یاد دلایا ہے کہ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ۔ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ پس ان الفاظ میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو عجیب ہو یا مطابق واقع اور

موافق قانون قدرت نہ ہو۔ ہاں مفسرین نے اپنی تفسیروں میں اس واقعے کو عجیب وغریب واقعہ بنا دیا ہے اور ہمارے مسلمان مفسر خدا ان پر رحمت کرے عجائبات دور از کار کا ہونا مذہب کا فخر اور اس کی عمدگی سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے تفسیروں میں لغو بیہودہ عجائبات بھر دی ہیں''۔

(تفسیر القرآن صفحہ ۹۸)

مطلب یہ ہوا کہ یہ نہ کوئی معجزہ تھا نہ قدرت الٰہیہ کا کوئی خارق عادت نشان تھا بلکہ اگرچہ اس زمانہ میں طور سینا کوہ آتش فشاں نہیں ہے مگر اس وقت طور سینین ضرور کوہ آتش فشاں ہوا ہوگا جب بنی اسرائیل نے احکام توراۃ قبول کرنے سے انکار کیا ہوگا تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو لے جا کر طور سینا کی آتش فشانی کا تماشا دکھایا ہوگا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور (اے بنی اسرائیل) جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے جب تک علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے آ لیا اور تم دیکھ رہے تھے پھر مرے پیچھے ہم نے تم کو زندہ کر دیا کہ کہیں تم احسان مانو۔

(ترجمہ رضویہ)۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ

وَتَهۡدِیۡ مَنۡ تَشَآءُ ؕ اَنۡتَ وَلِیُّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الۡغٰفِرِیۡنَ ۝

ترجمہ: اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدے کے لئے چنے پھر جب انہیں زلزلے نے لیا موسیٰ نے عرض کی: اے رب میرے تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا۔ کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا وہ نہیں مگر تیرا آزمانا تو اس سے بہکائے جسے چاہے اور راہ دکھائے جسے چاہے تو ہمارا مولا ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر مہر کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ (ترجمۂ رضویہ)

ان مقدس آیتوں میں اللہ عزوجل اپنی قدرت کاملہ کے اس خارق عادت نشان اور حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قاہر معجزے کا بیان فرما رہا ہے کہ جب بنی اسرائیل نے گؤ سالہ پرستی سے توبہ کی اور اس کے کفارے میں اپنی جانیں دے دیں تو حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بحکم الٰہی ان کی گوسالہ پرستی کی عذر خواہی کے لئے ان میں سے ستر آدمی منتخب فرما کر طور سینا پر لے گئے۔ وہ وہاں کہنے لگے کہ ہم آپ کا یقین نہ کریں گے جب تک اللہ عزوجل کو علانیہ نہ دیکھ لیں۔ اس پر آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی جس کی ہیبت سے پہاڑ زلزلے میں آ گیا اور وہ لوگ مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تضرع وزاری کے ساتھ عرض کی کہ میں بنی اسرائیل کو کیا جواب دوں گا۔ اس پر اللہ قادر مقتدر جل جلالہ نے ان سب کو یکے بعد دیگرے زندہ فرما دیا۔

مسلمانوں کا تو اس معجزے پر بھی ایمان ہے۔

لیکن پیر نیچر اپنی تفسیر القرآن پر لکھتا ہے:

''یہ تمام واقعات موسیٰ و بنی اسرائیل پر سینا کے مقام میں گزرے تھے وہاں ایک سلسلہ پہاڑوں کا ہے جس کو طور سینا طور سینیس کہتے ہیں اور کبھی صرف

طور ہی اس کا نام لیتے ہیں۔ کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت موسیٰ کے زمانے میں وہ کوہ آتش فشاں تھا۔ جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم علانیہ خدا کو دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ بجز اس کی قدرت کاملہ کے ایک عظیم الشان نشان کے کرشمے کے اور کچھ ان کو نہیں دکھا سکتے تھے۔ پس وہ ان کو اس پہاڑ کے قریب لے گئے جس کی آتش فشانی اور گڑگڑاہٹ اور زور شور کی آواز اور پتھروں کے اڑنے کے خوف سے وہ بے ہوش یا مردے کی مانند ہو گئے''۔ (تفسیر القرآن، صفحہ ۱۰۷)

ہر مسلمان بنظر انصاف و ایمان دیکھ رہا ہے کہ اس ناپاک عبارت میں معجزے کا انکار صریح اور خود حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی مکر و فریب کا الزام ہے۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

حجر اسود کی عظمت سے انکار

یہی پیر نیچر اپنی اسی ناپاک تفسیر میں لکھتا ہے:

''حجر اسود کعبے کے ایک کونے میں لگایا گیا تھا۔ اس سے مقصد صرف یہ تھا کہ طواف کی تعداد معلوم رہے اسی کونے سے طواف شروع ہوتا ہے اور اسی کونے پر ختم ہوتا ہے اور حجر اسود کو چھو لیا جاتا ہے یا اس کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو کہ ایک طواف ختم ہوا''۔

(تفسیر القرآن، جلد اول، صفحہ ۲۰۸)

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حجر اسود کو چھونا اور چومنا گناہوں کا کفارہ ہے مگر مرتد اکفر پیر نیچر اپنی اس ناپاک عبارت میں حجر اسود کی عزت وعظمت سے بھی انکار صریح کر رہا ہے۔ الغرض پیر نیچر نے اپنی اس ناپاک تفسیر القرآن میں سینکڑوں قطعی یقینی کفریات بکے ہیں۔ ہم نے اختصاراً صرف اس کی جلد اول ہی کے یہ چند اقوال ملعونہ محض بطور نمونہ پیش کر دیئے ہیں۔ اب ہم پیر نیچر کا وہ کلیۂ کفریہ نقل کریں جس سے واضح

وروشن ہے کہ پیر نیچر سرے سے تمام معجزات کا قطعاً منکر اور اللہ عزوجل کی قدرت کاملہ کے خارق عادت نشانوں سے قطعاً کافر ہے۔ پیر نیچر اپنے مضمون کرامت اور معجزہ شائع شدہ ۱۲۹۶ھ میں لکھتا ہے۔

''ہم اس امر کا ذکر نہیں کرتے جس کا وقوع اتفاقیہ نیچر کے قواعد کے موافق کسی دوسرے امر کے مقارن ہوا ہو اور جس کو ہم کرامت و معجزہ کہتے ہیں بلکہ اس کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جس کو لوگ کرامت و معجزہ کہتے ہیں اور گویا سپر نیچرل (یعنی خارق عادت) ہونا اس کی ذاتیات میں سے ہے۔ انسان کے دین اور دنیا اور تمدن و معاشرت بلکہ زندگی کی حالت کو کرامت اور معجزے پر یقین یا اعتقاد رکھنے سے زیادہ خراب کرنے والی کوئی چیز نہیں''۔

(مضمون 'کرامت اور معجزہ' شائع شدہ ۱۲۹۶ء)

پھر اپنے مضمون مذہبی خیال شائع شدہ ۱۲۹۶ھ میں لکھتا ہے:

''قدیم اصول یہ ہے کہ خدا کی قدرت اور اس کی عظمت اس میں ہے کہ وہ پانی سے آگ کا اور آگ سے پانی کا کام لے سکتا ہے۔ جدید اصول یہ ہے کہ اس میں خدا کی قدرت اور اس کی عظمت اور صنعت کو بٹا لگتا ہے''۔

(مضمون: 'مذہبی خیال' شائع شدہ ۱۲۹۶ء)

ان ناپاک عبارتوں میں صاف صاف واشگاف بتا دیا کہ پیر نیچر کا دھرم یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کا کوئی خارق عادت نشان دکھا ہی نہیں سکتا حتیٰ کہ آگ سے پانی کا اور پانی سے آگ کا کام بھی نہیں لے سکتا کیونکہ وہ اگر ایسا کرے تو اس کی مدرت وعظمت وصنعت کو بٹا لگ جائے گا۔ والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ

کیا اب بھی کسی ایماندار مسلمان کو پیر نیچر اور اس کی نیچری ذریات کے کافر مرتد ملحد زندیق ہونے میں شک رہ سکتا ہے۔ کیا جو شخص پیر نیچر کے ان قطعی یقینی اقوال کفریہ پر مطلع ہونے کے بعد بھی اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے اس کا ایمان باقی رہ سکتا

ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

الغرض پیر نیچر نے اپنی اس ناپاک تفسیر القرآن میں سینکڑوں کفریات قطعیہ یقینیہ بکے ہیں ہم نے اختصاراً صرف اس کی جلد اول ہی کے چند اقوال ملعونہ محض بطور نمونہ پیش کر دیئے ہیں۔

بہرحال جو شخص پیر نیچر کے کفریات قطعیہ یقینیہ میں سے کسی ایک ہی کفر قطعی پر مطلع ہونے کے بعد بھی اس کے کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی بحکم شریعت مطہرہ قطعاً یقیناً کافر و مرتد اور بے توبہ مرا تو مستحق عذاب ابد ہے پیر نیچر کو اپنے لیے اور اپنے اذناب کے لئے نیچری کا لفظ بہت مرغوب تھا۔ چنانچہ وہ اپنے مضمون شائع شدہ ۱۲۹۶ھ جس کا عنوان ''نیچر'' تھا میں خود لکھتا ہے:

''خدا نے ہم کو ہماری جان کو ہماری سمجھ کر ہمارے قیاس کو ہمارے دل ودماغ کو ہمارے روئیں روئیں کو نیچر سے جکڑ دیا ہے۔ ہمارے چاروں طرف نیچر ہی نیچر پھیلا دیا ہے۔ نیچر ہی کو ہم دیکھتے ہیں۔ نیچر ہی کو ہم سمجھتے ہیں۔ نیچر سے خدا کو (مانتے ہیں) پہچانتے ہیں پھر نیچری نہ ہوں تو کون ہوں''۔

پھر ساڑھے آٹھ سطر بعد لکھتا ہے:

''جب ہمارا دادا ابراہیم نیچری تھا تو ہم اس کی ناخلف اولاد نہیں ہیں جو نیچری نہ ہوں۔ نیچر ہمارے خدا کا ہمارے باپ دادا کا تمغہ ہے۔ ہم نیچری ہمارا خدا نیچری ہمارے باپ دادا نیچری۔ اگر کوئی اس مقدس لفظ کو بری نیت سے استعمال کرتا ہے وہ جانے اور اس کا دین وایمان''۔

اگرچہ اللہ عزوجل اور اس کے پیارے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو نیچری کہنا اس کا تمسخر اور کفر قطعی ہے مگر اس ناپاک عبارت سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ نیچری کا لقب پیر نیچر کو اپنے لیے اور اپنے باپ اذناب کے لئے بہت مرغوب ومحبوب ہے وہ اس لقب کو

مقدس لقب بتاتا ہے اس لیے پیر نیچر کے اذناب وتبعین عرف میں نیچری کہلاتے ہیں۔

سر سیّد کی ٹیم سے تعلق رکھنے والے مشہور لوگ یہ تھے:

(۱) نواب محسن الملک مہدی علی خان

(۲) نواب اعظم یار جنگ

(۳) مولوی چراغ علی خان

(۴) نواب انتصار جنگ

(۵) مولوی مشتاق حسین

(۶) مولوی الطاف حسین حالی

(۷) شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ

(۸) مولوی مہدی حسن

(۹) سید محمود

(۱۰) شبلی نعمانی اعظم گڈھی

ارکانِ حج وحشی قوموں کی عبادت ہیں

سر سیّد احمد خان اپنی کتاب تفسیر القرآن میں لکھتا ہے:

''تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ حضرت ابراہیم کے زمانے میں نماز کے بعینہٖ یہی ارکان تھے جو اب مذہب اسلام میں ہیں' نہ یہ ثابت ہے کہ اس نماز میں جیسے کہ وہ ہے اُسی طرح پر رکوع وسجدہ تھا' جیسا کہ ہماری نماز میں ہے بلکہ اگر اس زمانہ کے حالات اور اس زمانہ کی وحشی قوموں کی عبادت پر خیال کریں' تو بجز اس کے اور کچھ نہیں پایا جاتا کہ وہ لوگ آپس میں حلقہ باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور کودتے اور اچھلتے تھے اور وہ سارا کا سارا حلقہ اسی طرح چکر کھاتا جاتا تھا اور اسی جوش وخروش میں کھڑے ہو جاتے تھے اور سر ٹیک دیتے تھے اور اُس کا نام پکارتے تھے یا اس کی تعریف کے گیت گاتے تھے جس کی وہ عبادت کرتے تھے اسی نماز کا نشان اسلام میں طریقہ ابراہیمی پر موجود ہے' جس کا نام مذہب اسلام میں طواف کعبہ قرار پایا ہے۔ ابن عباس سے مشکوٰۃ میں روایت ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الطواف حول البیت مثل الصلوٰۃ الاانکم تتکلمون فیہ فمن تکلم فیہ فلا یتکلمن الا بخیر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ کے گرد طواف کرنا مثل نماز کے ہے گو یہ طریقہ نماز کا وحشیانہ ہو مگر اس میں کچھ شبہ نہیں کہ حال کی مؤدب اور باوقار نمازوں سے زیادہ پُر جوش اور زیادہ تر محبت معبود کا برانگیختہ کرنے والا اور معبود کے شوق کو زیادہ تر جوش میں لانے والا اور دل کو خالص اس کی یاد میں مشغول کرنے والا تھا یہ حرکتیں انسان میں بالطبع مجنون

کا ساجوش پیدا کر دیتی ہیں۔ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں جو طریقہ نماز کا ہو اُس سے زیادہ اور کچھ نہیں تھا۔ (تفسیر القرآن جلد ا ص ۱۵۱-۱۵۲)

احرام زمانۂ جاہلیت کا وحشیانہ لباس

بڈھے خدا پرست (ابراہیم) کی عبادت ہے (معاذاللہ)

تفسیر القرآن میں لکھتا ہے:

احرام کے وقت تہ بند باندھنے اور بغیر قطع کیا ہوا کپڑا پہننے کا بھی قرآن مجید میں ذکر نہیں مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اُس کا رواج زمانۂ جاہلیت سے برابر چلا آتا ہے اور اسلام میں بھی قائم رہا۔ یہ پوشاک جو حج کے دنوں میں پہنی جاتی ہے ابراہیمی زمانہ کی پوشاک ہے۔ حضرت ابراہیم کے زمانے میں دنیا نے سیویلائزیشن میں جو تمدنی اُمور سے علاقہ رکھتی ہے کچھ ترقی نہیں کی تھی وہ قطع کیا ہوا کپڑا ابنانا نہیں جانتے تھے۔ اُس زمانہ کی پوشاک یہی تھی کہ ایک تہ بند باندھ لیا کسی کو اگر زیادہ میسر ہوا تو ایک ٹکڑا کپڑے کا بطور چادر کے اوڑھ لیا سر کو ڈھانکنا اور قطع کیا ہوا کپڑا پہننا کسی کو نہیں معلوم تھا حج جو اس بڈھے خدا پرست کی عبادت کی یادگاری میں قائم ہوا تھا جس نے بہت سوچ بچار کر کہا تھا إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ تو اس عبادت کو اسی طرح اور اُسی لباس میں ادا کرنا قرار پایا تھا جس طرح اور جس لباس میں اُس نے کی تھی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع سیویلائزیشن کے زمانہ میں بھی اُس وحشیانہ صورت اور وحشیانہ لباس کو ہمارے بڈھے دادا کی عبادت کی یادگار میں قائم رکھا۔ (تفسیر القرآن جلد ا ص ۲۰۶)

کعبہ شریف میں کوئی برکت نہیں اور نہ طواف کعبہ سے کچھ حاصل ہوتا ہے

حقیقت حج کی ہماری سمجھ میں یہ ہے جو ہم نے بیان کی۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس پتھر کے بنے ہوئے چوکھونٹے گھر میں ایسی متعدی برکت ہے کہ جہاں سات دفعہ اس

کے گرد پھرے اور بہشت میں چلے گئے، یہ ان کی خام خیالی ہے۔ کوئی چیز سوائے خدا کے مقدس نہیں ہے۔ اسی کا نام مقدس ہے اور اسی کا نام مقدس رہے گا۔ اس چوکھونٹے گھر کے گرد پھرنے سے کیا ہوتا ہے اس کے گرد تو اونٹ اور گدھے بھی پھرتے ہیں۔ وہ تو کبھی حاجی نہیں ہوئے۔ پھر دو پاؤں کے جانور کو اس کے گرد پھر لینے سے ہم کیونکر حاجی جانیں۔

(تفسیر القرآن جلد ا ص ۲۱۱)

اب ہم بغیر تبصرہ کئے چند آیات طیبات اور احادیث مبارکہ کو درج کرتے ہیں جن میں سر سیّد احمد خان کے ان ناپاک نظریات کا رڈ اور ارکان حج کے فضائل موجود ہیں۔

(۱) وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا ط وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرٰهِمَ مُصَلًّى ط وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرٰهِمَ وَإِسْمٰعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعٰكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۝

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسماعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو۔ طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لیے۔ (ترجمہ رضویہ)

(۲) إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِينَ۝ فِيهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ إِبْرٰهِيمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا ط وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ۝ (آل عمران: ۹۷)

ترجمہ: بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کا مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما اور اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہو اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو

تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔ (ترجمہ رضویہ)

(۳) اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ تعالیٰ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

(ترجمہ رضویہ)

احادیث (۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الطواف حول البيت مثل الصلوٰة الا انكم تتكلمون فيه فمن تكلم فيه فلا يتكلمن الا بخير. (رواه الترمذي والنسائي والدارمي عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما)

کعبہ معظمہ کے گرد طواف کرنا نماز ہی کے مثل ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ طواف میں تم بات کرسکتے ہو تو جو شخص طواف میں بات کرے تو صرف اچھی ہی بات کرے۔

(۲) نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

واللّٰه ليبعثن اللّٰه يوم القيامة له عينان يبصر بها ولسان ينطق به يشهد على من استلمه بحق.

(رواه الترمذي و ابن ماجه والدارمي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما)

ترجمہ: خدا کی قسم اللہ تعالیٰ ضرور حجر اسود کو اس شان سے میدان حشر میں لائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھتا ہوگا اور ایک زبان ہوگی جس سے بات کرتا ہوگا، جس نے ایمان کے ساتھ اس کا بوسہ لیا ہے

اس کے لئے گواہی دے گا۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان مسحها كفارة للخطايا

ان دونوں یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کا مسح کرنا گناہوں کا کفارہ ہے۔

حیاتِ شہداء کا انکار

سر سیّد احمد خان تفسیر القرآن میں لکھتا ہے:

ان کو مردہ مت کہو وہ تو زندہ ہیں یہ کہنا ایسا ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ "مامات رجل خلف مثلك" یعنی وہ شخص نہیں مرا جس نے تیرے مانند خلف چھوڑا ہے۔ جو لوگ دین کی استقامت کے سبب مارے گئے ہیں درحقیقت انہوں نے دین حق کے پھیلانے اور اپنے بعد اس کی نیکی کو قائم رہنے اور جاری رہنے کے لئے جان دی ہے پس انہوں نے اپنے بعد ایسی نیکی چھوڑی ہے جو اس سے بہتر نہیں ہوسکتی اور اسی اعتبار سے ان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ مرے نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں جن سے ایسی نیکی قائم وجاری ہے پس حیات سے ان کی حیات فی الدین مراد ہے جیسے ایک جگہ خدا نے ایمان والوں کی نسبت فرمایا ہے "اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ" اور سورۃ آل عمران میں جو خدا نے ان کی حیات کے ساتھ یہ قید بھی لگائی ہے کہ "بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ" اس سے اور زیادہ اس مطلب کو تقویت ہوتی ہے کہ ان کی حیات سے حیات فی الدین مراد ہے نہ اور قسم کی حیات۔

(تفسیر القرآن جلد ۱ ص ۱۶۴)

قارئین! ذیل میں ملاحظہ فرمائیں اللہ قدوس کس طرح شہداء کی حیات کو بیان فرماتا ہے اور سر سیّد احمد خان ان کی حیات کا انکار کررہا ہے۔

آیات:

(۱) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ

وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○

ترجمہ: جو خدا کی راہ میں قتل کیے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں۔

(۲) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے انہیں مردہ ہرگز نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی دیے جاتے ہیں۔

جن پرندوں کو عیسائیوں نے گلا گھونٹ کر مار دیا وہ حلال نہیں

سر سید تفسیر القرآن میں لکھتا ہے:

پس جس طرح کہ اہل کتاب موافق اپنے مذہب کے اس طعام کو، جس کا عین ہمارے لئے حرام نہیں ہے اپنے لئے تیار کرتے ہیں ان کا کھانا ہمارے لئے جائز ہے اور اگلی آیت یعنی "وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم" ان تمام احکام میں سے جو بہ نسبت ذبائح ہیں طعام اہل کتاب کو مستثنیٰ کر دیتی ہے پس باوصف تسلیم کرنے تمام باتوں کے جو امر اول و دوم سے علاقہ رکھتی ہیں طیور منخنقہ (وہ پرندے، جن کا گلا گھونٹ کر مار دیا ہو) اہل کتاب کا کھانا حرام و ممنوع نہیں رہتا۔ (تفسیر القرآن جلد ۱ ص ۱۱۹)

اس عبارت میں سر سید نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جن پرندوں کو عیسائی گلا گھونٹ کر مار دیں وہ حرام نہیں بلکہ حلال ہیں جبکہ قرآن کریم میں واضح آیت طیبہ ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۲)

اب بندہ ناچیز اختصار کے پیش نظر سر سیّد احمد خان کے چند ان عقائد و نظریات کو تحریر کر دیتا ہے جو الطاف حسین حالی نے حیاتِ جاوید میں بیان کیے ہیں۔

(۱) عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابوں میں تحریف لفظی واقع نہیں ہوئی بلکہ صرف تحریف معنوی ہوئی ہے مگر اس کے ساتھ ان کا اوّل سے آخر تک الہامی ہونا غلطی سے پاک ہونا غیر مسلّم ہے۔ (حیات جاوید ص ۵۰۲)

(۲) معراج اور شق صدر دونوں رویا میں واقع ہوئے ہیں نہ کہ بیداری میں کیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور کیا مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک۔ (حیات جاوید ص ۵۰۲)

(۳) خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور اسماء افعال کے متعلق جو کچھ قرآن یا حدیثوں میں بیان ہوا ہے وہ سب بطریقِ مجاز و استعارہ و تمثیل کے بیان ہوا ہے اور اسی طرح معاد کے متعلق جو کچھ بیان ہوا ہے جیسے بعث و نشر حساب و کتاب میزان صراط جنت دوزخ وغیرہ وغیرہ وہ بھی سب مجاز پر محمول ہے نہ حقیقت پر۔ (حیات جاوید ص ۵۰۴)

(۴) قرآن میں جو خدا کا زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کرنا بیان ہوا ہے اس سے کسی واقعہ کی خبر دینی مقصود نہیں ہے۔ (حیات جاوید ص ۵۰۴)

(۵) خدا کا دیدار کیا دنیا میں اور کیا عقبیٰ میں نہ ان ظاہری آنکھوں سے ممکن ہے نہ دل کی آنکھوں سے۔ (حیات جاوید ص ۵۰۴)

(۶) قرآن مجید میں جو جنگ بدر و حنین کے بیان میں فرشتوں کی مدد کا ذکر کیا گیا ہے اُس سے ان لڑائیوں میں فرشتوں کا آنا ثابت نہیں ہوتا۔ (ص ۵۰۴)

(۷) حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا کسی بات سے ثابت نہیں ہوتا۔ (ص ۵۰۴)

(۸) آنحضرت صلعم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس جو کہ افضل الانبیاء والرسل ہیں معجزہ نہ ہونے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء سابقین (علیہم السلام) کے پاس بھی کوئی معجزہ نہ تھا اور جن واقعات کو لوگ معجزہ (متعارف معنوں میں) سمجھتے تھے وہ درحقیقت معجزات نہ تھے۔ (حیات جاوید ص ۵۹۵)

(۹) مکہ کے قریب اسماعیل کا آباد ہونا محض بناوٹ اور افسانہ ہے اور بوسۂ حجر اسود

طوافِ کعبہ اشہر حرم کی تعظیم اور مکہ ومنیٰ وعرفات میں جو مناسک ادا کئے جاتے ہیں۔ اُن میں سے کسی بات کو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے اصول سے تعلق نہیں ہے بلکہ بت پرستی کے اصول جو جنوبی عرب میں جاری تھے ان سے تعلق ہے۔ (حیات جاوید ۵۸۷)

ناظرینِ اوراق انہیں کفریہ عقائد ونظریات کی وجہ سے علماء اہلسنّت و جماعت خصوصاً حضور شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن اور دیگر فرقوں کے علماء نے بھی سرسیّد احمد خان کی تکفیر کے چند فتاویٰ جات ملاحظہ فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدد دین وملت الشاہ مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

آپ ایک سائل کے جواب میں پر باطل فرقوں کے خدا کی ذات پر ایمان نہ ہونے کے بیان میں نیچریوں کے متعلق فرماتے ہیں:

''نیچری ایسے کو خدا کہتا ہے جو نیچر کی زنجیروں میں جکڑا ہے۔ اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا اور نیچر بھی اتنا جو نیچری کی سمجھ میں آئے، جو اس کی ناقص عقل سے ورا ہے معجزہ ہو یا قدرت سب پاور ہوا ہے۔ ایسے کو جس نے (خاک بدھن ملعوناں) جھوٹا دین اسلام بھیجا کہ اس میں باندی غلام بنانا حلال کیا اور وہ دین جس میں باندی غلام بنانا حلال ہوا ہو نیچری کے نزدیک خدا کی طرف سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ایسے کو جس نے مدتوں اسلام میں اپنی خلاف مرضی باتیں، ناپاک چیزیں، اصلی ظلم، ٹھیٹ ناانصافی روا رکھی ایسی بدباتیں، بہائم کی حرکتیں کہ ایک لحہ کے لئے بھی یہ بات نہیں مانی جا سکتی کہ سچا مذہب تو خدا کی طرف سے اترا ہو، اس میں ایسے امور جائز ہوں، ایسے کو جوان سخت ظالموں، ٹھیٹ ناانصافیوں جانور سے بدتر وحشیوں کو جن کا چھوٹا بڑا اول سے آج تک ان ناپاکیوں پر اجماع کئے ہوئے ہیں خیر الامم کا خطاب دینا اور اپنے چنے ہوئے بندے کہتا ہے۔ ایسے کو جس نے کہا تو یہ کہ ''روشن آیتیں بھیجتا ہوں۔ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہوں'' اور کہا یہ کہ ''جو کہی کہہ مکرنی کہی، تمثیلی داستان پہیلیاں چیستاں لفظ کچھ مراد کچھ جو لغۃً عرفاً کسی طرح اس کا مفہوم نہ ہو۔ فرشتے آسمان جن شیطان بہشت

دوزخ حشر اجسادی معراج معجزات سب باتیں بتائیں اور بتائیں بھی کہیں ایمانیات ٹھہرائیں اور من میں یہ کہ درحقیقت یہ کچھ نہیں یونہی طوطا مینا کی سی کہانیاں کہہ سنائیں وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ کیا۔ انہوں نے خدا کو مانا حاشا اللہ!

سُبْحَانَ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (فتاویٰ رضویہ جلد)

(۲) سوال میں پوچھا گیا ہے کہ کیا سرسیّد "سید" تھا۔ فرماتے ہیں: "وہ تو ایک خبیث مرتد تھا۔ حدیث میں ارشاد فرمایا:

لاتقول للمنافق سيدافانه ان يكن سيد كم فقدا سخطكم ربكم[1]

"منافق کو سید نہ کہو اگر وہ تمہارا سید ہوا تو یقیناً تم نے اپنے رب عزوجل کو غضب دلایا" (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم، صفحہ ۳۵۳، مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی)

(۳) اپنے رسالہ امور عشرین در امتیاز عقائد سنیین امر اول لکھتے ہیں کہ "سرسیّد احمد خان علی گڑھی اور اس کے متبعین سب کفار ہیں"۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، صفحہ ۶۱۵)

(۴) (اسم احمد اور اسم محمد کے فضائل کی احادیث) فقیر نے اپنے فتاویٰ میں متعدد جگہ لکھیں تو محمد بن عبدالوہاب نجدی وغیرہ گمراہوں کے لئے ان حدیثوں میں اصلاً بشارت نہیں۔ نہ سید احمد خان کی طرح کفار جن کا مسلک کفر قطعی کہ کافر پر تو جنت کی ہوا تک یقیناً حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۴، صفحہ ۶۸۸)

(۵) تو ان میں سے نیچری سید احمد کولی علیہ ما علیہ کے پیروکار ہیں (کولی نسبت ہے کول کی طرف، کاف مضمومہ اور واو وغیرہ مشبعہ کے ساتھ ہندوستان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے جسے علی گڑھ بھی کہتے ہیں)

[1] ...... سنن ابوداؤد جلد ۲، ص ۳۳۲، مکتبہ امدادیہ ملتان

(اور لفظ سید پر تعریف کے لئے الف لام داخل کرنا عربیت کے لحاظ سے جائز نہیں اور نہ شرعاً حلال ہے، اس لئے (کہ عربیت کے لحاظ سے جائز نہیں اور نہ شرعاً حلال ہے، اس لئے (کہ عربیت کے لحاظ سے لام تعریف کے دخول کے غیر صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے) کہ لفظ سید اس کے علم مرکب کا جز ہے، اور ایسے اعلام پر الف لام داخل نہیں ہوتا۔ اور جب الف لام داخل کروا یسے علم پر تو ایسی صورت میں تمنے اسے جزئیت علم سے خارج کر کے وصفیت کی طرف پہنچا دیا لہٰذا تم نے کافر کو سیادت سے موصوف کیا۔ حالانکہ سید العالمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کو سید نہ کہو اس لئے کہ اگر منافق سید ہو (تمہارے نزدیک) تو بے شک تم نے رب کو ناراض کیا، اس حدیث کو ابو داؤد و نسائی نے سند صحیح اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حاکم کے لفظ یہ ہیں۔ اگر آدمی منافق کو یا سید کہے تو بے شک اس نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ)۔

تو یہ نیچری اکثر ضروریات دین کے منکر ہیں اسے اپنے من چاہے معنی کی طرف پھیرتے ہیں تو کہتے ہیں نہ جنت ہے، نہ دوزخ، نہ حشر اجسام (یعنی قیامت میں زندہ اٹھایا جانا) نہ کوئی فرشتہ ہے، نہ کوئی جن، نہ آسمان ہے، نہ اسراء اور نہ معجزہ اور (ان کا گمان ہے) موسیٰ کی لاٹھی میں پارہ تھا، تو جب اس کو دھوپ لگتی وہ لاٹھی ہلتی تھی اور سمندر کو پھاڑ دینا مدوجزر کے سوا کچھ نہیں تھا اور غلام بنانا وحشیوں کا کام ہے اور ہر وہ شریعت جو اس کا حکم لائی تو وہ حکم اللہ کی طرف سے نہیں، اس کے علاوہ ان گنت اور بے شمار کفریات اس کے ساتھ منضم ہیں اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی بڑی تمام احادیث کو رد کرتے ہیں، اور اپنے زعم میں قرآن کے سوا کچھ نہیں مانتے، اور قرآن کو بھی نہیں مانتے مگر اسی صورت میں جب وہ ان کی بے ہودہ رائے کے موافق ہو اب اگر قرآن میں ایسی چیز دیکھتے جو ان کے ان اوہام عادیہ رسمیہ کے مناسب نہیں جنہیں انہوں نے اپنا اصول ٹھہرایا جس اصول کا نام ان کے نزدیک نیچر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی آیتوں کو تحریف

معنوی کے ذریعہ سے رد کرنا واجب مانتے ہیں۔ خاص طور پر جب قرآنی آیات میں ایسی کوئی بات ہو جو نصرانیوں کی تحقیقات جدیدہ اور یورپ کی تراشیدہ تہذیب کے مخالف ہو (اور یہ نسبت ہے ''اوربا'' کی طرف جو معرب ہے یورپ کا) جیسے آسمانوں کا وجود جس کے بیان کے ساتھ قرآن عظیم اور تمام کتب الٰہیہ کے سمندر موجیں مار رہے ہیں اور جیسے سورج کی حرکت جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد میں نص فرمائی گئی کہ فرمایا: وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا (سورۃ یٰسین آیت ۳۸) اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے (کنزالایمان) اور اللہ نے فرمایا: اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (سورۃ الرحمٰن آیت ۵) سورج اور چاند حساب سے ہیں (کنزالایمان) اس کے علاوہ اور خرافات ہیں، یہاں تک کہ مردار مرغی (جو دم گھٹ کے مر جائے) کو حلال ٹھہرایا اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اور نصرانی ساخت کے ناپاک موزوں میں نماز پڑھنا سنت ٹھہرایا، یہ سب نصرانیوں کی محبت میں ہے اور اللہ اور اس کے رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلے کے لئے کیا۔ (المعتمد المستند صفحہ ۲۲۸ تا ۲۳۰، مکتبہ برکات المدینہ)

(۲) مصنف تفسیر حقانی جناب مولوی عبدالحق دہلوی صاحب کا فتویٰ:

"وهی فرقة حدثت فی زماننا هذا ینکرون نعماء الجنة وکیفیات العذاب الواردة فی القرآن و ینکرون وجود الملائکة و وجود جبرئیل والجن وخوارق العادات والمعجزات ویتمسکون بالتاویلات الفاسدة التی لایساعدها العقل والنقل وانما ذلك تقلید ملاحد، الیورب واما مهم فی ذلك السید احمد خان الدهلوی"

ترجمہ: اور وہ ایک فرقہ ہے جو ہمارے زمانے میں پیدا ہوا یہ جنت کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں اور عذاب کی کیفیت جو قرآن کریم میں وارد ہوئی اس کا انکار کرتے ہیں اور وجود ملائکہ وجود جبریل جنوں کے وجود اور خارق

عادات اور معجزات کے منکر ہیں اور وہ دلیل پکڑتے ہیں۔ ایسی تاویلات فاسدہ سے کہ جس کی طرف عقل ونقل نہیں جاتی اور یہ یورپ کے ملحدین کی تقلید ہے اور ان کا امام ان باتوں میں سید احمد خان ہے۔

(حاشیہ النامی شرح الحسامی صفحہ ۳۱، مطبوعہ مکتبہ العلوم السلامیہ لاہور)

غیر مقلد مکتبہ فکر کے علامہ ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ

سوال: سر سیّد احمد خان مرحوم حنفی تھے یا اہلحدیث؟

جواب: سر سیّد احمد خان نہ حنفی تھے نہ اہلحدیث بلکہ وہ محض اہل قرآن تھے حدیث کے منکر تھے۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱، صفحہ ۷۷، مطبوعہ مکتبہ ثنائیہ)

غیر مقلد عالم عبداللہ روپڑی کا فتویٰ

(سر) سید احمد نیچری نے تفسیر لکھی تو قرآن کریم کے تمام معجزات اور خارق عادات کی تاویل کر ڈالی مثلاً موسیٰ علیہ السلام کا عصا کے ساتھ پتھر پر مارنا اور اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑنے کا مطلب یہ لیا کہ عصا ٹیک کر پہاڑوں میں چلے کہیں اتفاقاً بارہ چشمے مل گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو خواب میں سیر کرائی گئی ملائک وشیاطین سے مراد نیک اخلاق اور بداخلاق ہیں یہاں تک کہ جنت و دوزخ بھی روحانی معاملہ ہے۔ روحوں کی خوشی اور تکلیف ہی جنت ودوزخ ہے۔

(مودودی مسلک مصنفہ عبداللہ روپڑی مشمولہ کتاب جماعت اسلامی کو پہچانئے، صفحہ ۷۹)

غیر مقلد مفسر صلاح الدین یوسف کا فتویٰ

سر سیّد احمد خان صاحب قرآن وحدیث کو نیچر (قانون قدرت یا فطرت) کی عینک سے دیکھتے تھے اس لئے ان کا اور ان کے ہم نواؤں کا تعارف علمی ودینی حلقوں میں نیچری کے لقب سے ہوتا تھا۔ گویا یہ لفظ سر سیّد کے مکتبہ فکر کا عنوان ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

بہت ہی کم لوگوں کو معلوم ہے کہ حدیث پاک کیخلاف چلائے ہوئے شکوک و شبہات کے فتنے کا سرچشمہ عیسائی مشنریاں اور ان کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی جناب سر سیّد احمد خان اور ان کی پارٹی کے لوگ تھے۔

(الاعتصام اشاعت خاص مارچ ۲۰۰۵ء، صفحہ ۳۶۷)

وہابی مولوی عبدالرحمٰن کیلانی کا فتویٰ

ملت کے بیشتر فرقوں کا آپ کے کفر کے فتویٰ پر اجماع اس بات کی دلیل ہے کہ سید صاحب اسلام کے اصولی عقائد و نظریات پر حملہ آور ہوئے تھے۔ کسی ایک فرقہ کا دوسرے کو کافر سمجھنا اور بات ہے اور اکثر فرقوں کا مل کر کسی ایک شخص و فرقہ کے متعلق کفر کا فتویٰ متفقہ طور پر صادر کرنا اور بات ہے۔ جب اکثر فرقوں کا اجتماع ہو جائے تو اس میں شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔

(عقل پرستی اور انکار معجزات، صفحہ ۶۰، مطبوعہ مکتبۃ السلام وسن پورہ لاہور)

وہابی مولوی فیض عالم صدیقی کا فتویٰ

اسی ذہنی بے راہ روی نے ان سے قرآن و رسالت و معجزات حدیث، فقہ، ایمان، ملائکہ، جنت، دوزخ، نماز، حج، زکوٰۃ اور روزہ وغیرہ کے متعلق عجیب عجیب باتیں کہلوائیں جن لوگوں کی نظر سے تفسیر احمدی یا خطبات احمدی گزرے ہوں گے وہ جانتے ہیں کہ ان باتوں کی تاویلات میں آپ نے کیا کیا ٹامک ٹوئے مارے ہیں۔ میں یہاں صرف اس قدر بتانا چاہتا ہوں سر سیّد نے کس قدر گستاخی اور بے باکی سے قرآنی مفہوم نہیں بلکہ صاف ترجمہ کو غلط طور پر بیان کرنے میں کتنی بددیانتی دکھائی ہے۔ باقی امور کی تاویلات کا احاطہ کرنا تو ایک طویل فرست کا متقاضی ہے۔

(اختلاف امت کا المیہ، صفحہ ۲۴۷، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

غیر مقلد مولوی فضل الرحمٰن بن میاں محمد

ایم اے عربی ایم اسلامیات شریعت کورس جامعہ اظہر

سر سیّد احمد نے مسلمانوں کو انگریزی تعلیم سے آراستہ تو کر دیا لیکن ان کو روحانیت سے خالی کر کے مادیت میں مشغول کر دیا۔ انگریزوں کے قریب تو کر دیا لیکن خود مسلمانوں سے دور کر دیا۔ مسلمانوں میں انکار حدیث رسول اللہ اور معجزات کا فتنہ برپا کر دیا۔ (کتاب حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، صفحہ ۵۵)

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کا فتویٰ

(۱) ایک سوال کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے اس میں سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:

''زیادہ سرسیّد ہی نے ہندوستان میں نیچریت کی بنیاد ڈالی تھی۔ گو اس سے پہلے بھی اس خیال کے لوگ تھے مگر بہت کم اس وقت یہ بات نہ تھی جو کالج علی گڑھ کی بنیاد پڑنے کے بعد پیدا ہوگئی اور اس وقت یہ علماء ہی پر الزام تھا کہ یہ سرسیّد کے اس فعل کو بری نظروں سے دیکھتے ہیں اور ترقی کے مانع ہیں مگر اس تحریک خلافت کے بعد خود وہاں ہی کے تعلیم یافتہ جو آج کل بڑے لیڈر اور عقلاء کہلاتے ہیں ان سب نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ یہ انگریزیت اور دہریت اور نیچریت اس علی گڑھ کالج کی بدولت ہندوستان میں پھیلی ہے۔ اس کی بدولت لوگوں کے دین وایمان برباد ہوئے''۔

چند سطور کے بعد لکھتے ہیں کہ

''وہاں نصوص اور احادیث کا انکار، حضور کی معراج جسمانی کا انکار اور کثرت سے خرافات ہانکتے ہیں''۔ اس پر بھی معتقدین کہتے ہیں کہ ''اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد تھا نہ معلوم وہ خیر خواہی اور ہمدردی کون سی قسم کے مسلمانوں اور کون سے اسلام کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم میں تشریف لاکر جس اسلام کی تبلیغ کی اور جیسا مسلمان بنایا، اس اسلام اور مسلمانوں کی تو اچھی خاصی دشمنی تھی''۔

(الافاضات الیومیہ، ملفوظ نمبر ۱۶۵، جلد ۵، ص ۲۴۱، مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی)

(۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ

''سرسیّد احمد خان کی وجہ سے بڑی گمراہی پھیلی، یہ نیچریت زینہ ہے اور جڑ ہے الحاد کی۔ اس سے پھر شاخیں چلی ہیں۔ یہ قادیانی اس نیچریت کا اول شکار ہوا۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ استاد یعنی سرسیّد احمد خان سے بھی بازی لے گیا کہ نبوت کا مدعی بن بیٹھا۔

(الافاضات الیومیہ، ملفوظ نمبر ۳۸۱، جلد ۶، ص ۲۸۳، ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی)

(۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ حب دنیا پکارنے والے سب سرسیّد احمد خان کے چیلے چانٹے ہیں وہ یہی گیت گاتے گاتے بیچارے مرگئے اور اب ان کی باری ہے عمر گزر گئی ان لوگوں کی صدا سنتے ہوئے ترقی ترقی لیکن اس معمے کا حل ہی نہ ہوا کہ آخر ان کا منشا ہے کیا۔ نصوص کا انکار ہے صاف تو کہتے نہیں مگر قرآن و حدیث میں کتر بونت تحریف کرنا یہ ان لوگوں کا شغل غالب ہے جس سے انکار نصوص کا شبہ ہوتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ ملفوظ نمبر ۳۳۸، جلد ۶، ص ۳۳۱)

یوسف بنوری دیوبندی کا فتویٰ

مولوی انور شاہ کشمیری کی تصنیف ''مشکلات القرآن'' کے مقدمہ ''یتیمۃ البیان'' ص ۳۰ پر سرسیّد احمد خان کے کفریات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وھو رجل زندیق ملحد او جاہل ضال"

''یعنی وہ مرد زندیق ملحد یا جاہل گمراہ ہے''

وہابی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کا فتویٰ

''مجھ کو ان کے معتقدات باسرہا تسلیم نہیں۔ سید احمد خان صاحب کی تفسیر

ایک دوست کے پاس دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میرے نزدیک وہ تفسیر ''دیوان حافظ'' کی ان شروح سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی جن کے مصنفین نے چوتڑوں سے کان گانٹھ کر سارے دیوان کو کتاب تصوف بنانا چاہا۔ جو معانی سید احمد خان صاحب نے منطوق آیات قرآنی سے اپنے پندار میں استنباط کئے (اور میرے نزدیک زبردستی مڑھے اور چپکائے) قرآن کے منزل من اللہ ہونے سے انکار کرنا سہل ہے اور ان معانی کو ماننا مشکل...... یہ وہ معنی ہیں جن کی طرف نہ خدا کا ذہن منتقل ہوا' نہ جبریل حامل وحی کا' نہ رسول خدا کا' نہ قرآن کے کاتب ومدون کا' نہ اصحاب کا' نہ تابعین کا' نہ تبع تابعین کا' نہ جمہور مسلمین کا''۔ (موعظہ حسنہ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی صفحہ ۱۷۵ بحوالہ نقش سرسیّد)

ہندوستان کے علماء کا سرسیّد کے کفر پر اجماع

حالی پانی پتی لکھتا ہے:

اگرچہ مولوی امداد العلی کی کوشش سرسیّد کے کفر و ارتداد کے فتوے حاصل کرنے میں حد غایت کو پہنچ گئی تھی' دلی رام پور' امروہہ' مراد آباد' بریلی' لکھنؤ' بھوپال اور دیگر مقامات کے ساتھ عالموں اور مولویوں اور واعظوں نے کفر کے فتوؤں پر مہریں اور دستخط کئے تھے۔ گویا ہندوستان کے تمام اہل حل وعقد کا اس حکم پر اجماع ہو گیا تھا۔ صرف خدا کی طرف سے اس کی تصدیق اور تصویب باقی رہ گئی تھی سو مولوی علی بخش خان نے یہ کمی پوری کر دی۔

(حیاتِ جاوید' صفحہ ۵۲۴)

مکہ شریف میں مذاہب اربعہ کے چاروں مفتیوں کا فتویٰ

فتویٰ کا ماحاصل یہ ہے کہ ''یہ شخص ضال اور مضل ہے بلکہ وہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے کہ مسلمانوں کے اغواء کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا فتنہ یہود ونصاریٰ کے فتنے سے بھی بڑھ کر ہے خدا اس کو سمجھے واجب ہے اولوالامر پر اس شخص سے انتقام لینا اس کو تنبیہ کرنی چاہئے اور اگر جاہل ہو تو سمجھانا چاہئے پھر اگر باز آئے تو بہتر ہے ورنہ ضرب وحبس سے اس کی تادیب کرنی چاہئے۔ اگر وُلاۃ اسلام میں کوئی صاحب غیرت ہو نہیں تو خدا اس کو سمجھے اور اس کی ضلالتوں اور رسوائیوں کی سزا دے گا۔ (حیاتِ جاوید' صفحہ ۵۲۵)

مدینہ شریف کے شیخ محمد امین بابی مفتی احناف کا فتویٰ

جو کچھ درمختار اور اس کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کا ماحاصل یہ ہے کہ یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی کسی جانب مائل ہو گیا ہے یا زندیق ہے کہ کوئی زین نہیں رکھتا یا اباحتی ہے کیونکہ منخنقہ کا کھانا مباح بتلاتا ہے اور اہل

مذہب (حنفی) کے بیانات سے مفہوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی توبہ گرفتاری کے بعد قبول نہیں ہوتی۔ پس اگر اس شخص نے گرفتاری سے پہلے توبہ کر لی اور ان گمراہیوں سے رجوع کی اور توبہ کی علامتیں اس سے ظاہر ہوگئیں تو قتل نہ کیا جائے ورنہ اس کا قتل واجب ہے دین کی حفاظت کے لئے اور ولاۃ امر پر واجب ہے کہ ایسا کریں"۔ (حیاتِ جاوید، صفحہ ۵۲۶)

انہیں حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع خاص و عام بنائے، میری اس کاوش کو اللہ تعالیٰ قبول فرما کر میری، میرے والدین اور جملہ صحیح العقیدہ اساتذہ واحباب کی بخشش کا ذریعہ بنائے، آمین۔ بجاہِ النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم وآلہٖ واصحابہ اجمعین۔

دعوت فکر و عمل

(۱) اپنے ایمان وعقیدے کو مسلک اہل سنت و جماعت کے مطابق رکھیے جو صحابۂ کرام اور اسلاف عظام بزرگانِ دین اور امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا مسلک تھا۔

(۲) نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ تمام تر کوشش سے ادا کیجیے کہ کوئی ریاضت ومجاہدہ ان فرائض کی ادائیگی کے برابر نہیں۔

(۳) تمام گمراہ فرقوں سے بچیے اور آئندہ نسل کو ان کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کیجیے۔

(۴) ایک سچے مسلمان بن کر زندگی گزاریے اور اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کیجیے۔

(۵) جزوی اور معمولی باتوں کو اختلاف وشقاق کا ذریعہ نہ بنایئے اختلاف سے بہر حال دور رہیے۔

(۶) آپ کو اسلام پسند ہے تو کفار ومشرکین کو بھی اسلام کی دعوت دیجیے تاکہ خدا کی زمین پر خدا کا دین برپا ہو اور اسلام کا علم چاروں طرف لہراتا نظر آئے۔

(۷) حسنِ اخلاق کے پیکر بن جایئے بدخلقی اور ترش روئی کو دور بھگایئے اور دوسروں کو اپنے اچھے اخلاق سے متاثر کرنے کی کوشش کیجیے۔

(۸) غیروں کو اپنا بنایئے اور اپنوں کو دور ہونے سے بچایئے۔

(۹) بدکرداری، فحاشی و بے حیائی اور بددیانتی سے معاشرے کو پاک کرنے کے لیے جذبۂ جہاد سے کام لیجیے ہر کام میں اخلاص وللّٰہیت کو جگہ دیجیے خود غرضی و جاہ طلبی کے مذموم جذبے سے اپنے کو پاک کیجیے۔

(۱۰) آج معاشرے میں برائیوں نے جڑ پکڑ لی ہے اور گناہوں کا رنگ موٹا ہو چکا ہے اس لیے اصلاحی اقدامات کو تسلسل کے ساتھ انجام دینے کی سخت ضرورت ہے۔

(۱۱) اپنے اسلامی بھائیوں کو نیکیوں کی دعوت دیجیے، برائیوں سے بچایئے اور خود بھی نیکیوں سے آراستہ ہو کر برائیوں کا مقابلہ کیجیے تاکہ اصلاحی تدابیر زیادہ مؤثر ہوں۔

(۱۲) حلال کمانے اور حلال ہی کھانے کی عادت ڈالیے کہ کھانے پینے کا ذہن وضمیر پر براہ راست اثر پڑتا ہے آدمی جیسا کھاتا ہے اس کا باطن بھی ویسا ہی بنتا ہے۔

(۱۳) حرام مال سے بہ شدت بچئے کہ اس کا وبال بہت ہی سخت ہے حرام کھانے والوں کا ٹھکانا حدیث میں جہنم بتایا گیا ہے۔

(۱۴) معاملات کی صفائی وعدہ وفائی اور سچائی کو اپنا شعار بنائیے۔

(۱۵) قرض سے دور بھاگیے اور اگر قرض ہو گیا ہو تو جلد تر ادا کیجئے کہ شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر قرض معاف نہیں ہوتا ہے اور قیامت کے دن اُس کا انجام بہت بھیانک ہوگا۔

(۱۶) والدین، بہنوں، بھائیوں اور پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے بھرپور کوشش کیجئے کسی کا حق غصب کر کے غضب الٰہی کو دعوت مت دیجئے۔

(۱۷) اپنی بچیوں کی شادی کے لیے صحیح العقیدہ اور نیک لڑکے اور بیٹوں کے لیے نیک لڑکی تلاش کیجئے۔

(۱۸) جہیز کی مانگ سے یکلخت پرہیز کیجئے کہ جہیز مانگنا بھیک مانگنا برابر ہے، دونوں حرام اور بدانجام ہیں۔

(۱۹) روزانہ ایک پارہ یا نصف پارہ کلام پاک کی تلاوت کیجئے اور اس کو سمجھنے کے لیے ترجمہ کلام پاک کنزالایمان مع خزائن العرفان کو مطالعہ میں رکھیے۔

(۲۰) اپنی اولاد کو اچھی تعلیم وتربیت سے آراستہ کیجئے کہ اولاد کے بارے میں بھی قیامت کے دن سوال ہوگا۔

(۲۱) دین کا ہر کام اور تمام عبادتیں صرف خدا کی رضا وخوشنودی کے لیے انجام دیجئے اور ریا ونمائش سے پرہیز کیجئے۔

(۲۲) میلاد شریف کی محافل میں شیرینی کے ساتھ علمائے اہل سنت کی دینی کتابیں بھی تقسیم کیجئے تاکہ دینی تعلیم کو فروغ ہو۔

(۲۳) ہر شہر ہر قریہ میں اسلامی دینی لائبریریاں قائم کیجئے اور اس میں علمائے اہل سنت کا لٹریچر ذخیرہ کیجئے کہ یہ تبلیغ دین کا بہترین ذریعہ ہے۔

از: عبدالمبین نعمانی قادری مصباحی

سرسید احمد خاں کے عقائد و نظریات

ا۔ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور اسماء افعال کے متعلق جو کچھ قرآن یا حدیثوں میں بیان ہوا سب بطریق مجاز و استعارہ و تمثیل کے بیان ہے۔

۲۔ معجزہ دلیل نبوت نہیں۔

۳۔ بعثت و نشر حساب و کتاب، میزان، صراط جنت دوزخ وہ بھی سب مجاز پر محمول ہے نہ کہ حقیقت پر۔

۴۔ جنگ بدر و حنین میں فرشتوں کا مدد کے لیے آنا ثابت نہیں۔

۵۔ قرآن کی طرح کوئی سورت یا آیات نہیں بنا سکتا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا فصیح کلام کوئی نہیں بنا سکتا۔

۶۔ عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابوں میں تحریف لفظی نہیں ہوئی۔

۷۔ مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ پھر آسمان تک معراج خواب میں تھی نہ کہ بیداری کی حالت میں۔

۸۔ جن جانوروں کو نصاریٰ نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا ان کا کھانا مسلمان کو حلال ہے۔

۹۔ عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ کے پیدا ہونا اور آسمان پر اُٹھایا جانا ثابت نہیں۔

۱۰۔ قرآن مجید میں جو ہے کہ شہید زندہ ہے اس سے علو درجات مراد ہیں نہ کہ حقیقت میں زندہ ہونا۔

۱۱۔ جن کوئی مخلوق نہیں بلکہ انسان کے اندر نفس امارہ کو جن کہا گیا ہے۔

۱۲۔ فرشتے بھی انسان کے علاوہ کوئی اور مخلوق نہیں۔

۱۳۔ چور کے لیے ہاتھ کاٹنے کی سزا جو قرآن میں بیان ہوئی لازم نہیں۔

۱۴۔ اجماع و قیاس حجت شرعی نہیں

(حیات جاوید ص ۵۰۱ تا ۵۰۸)